Mujalla Islami Fikr-o-Tahzeeb (MIFT)
Volume 1 Issue 2, Fall, 2021
Homepage: https://journals.umt.edu.pk/index.php/mift

Journal QR

Article QR

Sajid Iqbal Sheikh

Article:

خلافت اور جمہوریت اور شخصی حکومت (ملوکیت، آمریت) تقابلی جائزہ

Khilafah and Democracy and Individual Government (Monarchy, Dictatorship): Comparative Review

Author(s): Abdul Basit[1], Sajid Iqbal Sheikh[2], Muhammad Saqib Zafar[3]

Affiliation:
[1] University of Gujrat, Gujrat, Pakistan
[2] University of Management and Technology, Lahore, Pakistan
[3]Institute of Discourse Perspectives, Pakistan

Article History:
Received: July 9, 2021
Revised: August 17, 2021
Accepted: October 23, 2021
Available Online: December 20, 2021

Citation: Sheikh, Sajid, Abdul Basit and Muhammad Saqib Zafar, "Khilafah and democracy and individual government (Monarchy, Dictatorship): Comparative review." *Mujalla Islami Fikr-o-Tahzeeb* 1, no.1 (2021): 37−52.

Department of Islamic Thought and Civilization, School of Social Science and Humanities, University of Management and Technology, Lahore, Pakistan

خلافت اور جمہوریت اور شخصی حکومت (ملوکیت، آمریت) تقابلی جائزہ

Khilafah and Democracy and Individual Government (Monarchy, Dictatorship): Comparative Review

Abdul Basit

University of Gujrat, Gujrat, Pakistan

Sajid Iqbal Sheikh

University of Management and Technology, Lahore, Pakistan

Muhammad Saqib Zafar

Institute of Discourse Perspectives, Pakistan

Abstract

In its true nature and spirit, Islam condemns aristocracy and dictatorship and favors consultancy and mutual consent. Freedom, equality, and equity are the basis of Islamic social dogma as perceived in the core sources of Islam. The debate of compatibility between Islam and democracy has taken many paradigms shifts in recent history. The concept of Khilafah in Islamic tradition and its implications in present circumstances is one of the hottest debates in academic and political circles of the Muslim perspective. This paper vividly confers this debate by analyzing the facts regarding contemporary perspectives of democracy and other concerned ones. This comparative approach may pave the path to describe and conclude that Islamic is compatible with democracy but with a clear stance on the revealed methodology.

Keywords: khilafat e jamhoor, aristocracy, political islam, conscious, islamic activism

۱. تمہید

اسلام انسانیت کو غلامی اور مطلق العنانی کے طوق سے نجات دلاتا ہے اور اسے امن وامان اور سکون واطمینان کی فضا میں رہنے کا موقع فراہم کرتا ہے، عدل ومساوات اور حریت کا درس دیتا ہے، دنیا کی خوشحالی اور آخرت کی کامیابی کی ضمانت دیتا ہے انسان کو تنگ دستی اور بدحالی سے نکالتا ہے ،بغض وعناد، دشمنی، عداوت اور جنگ وجدل سے دور رکھتا ہے اسے وسعت قلبی، کشادگی کی روشن راہ پر گامزن رکھتا ہے اخوت ومحبت شفقت وہمدردی کا سبق پڑھاتا ہے۔اللہ کے بندوں کو لوگوں کی بندگی سے نکال کر مالک حقیقی کی بندگی کی طرف لانا، دنیا کی تنگدستی سے نکال کر اس کی وسعت وکشادگی کی طرف لانا اور لوگوں کو ظلم وزیادتی سے نکا کر عدل وانصاف کی طرف لانا اسلام طرہ امتیاز ہے۔

۲. خلافت لغوی اور اصطلاحی تشریح

۲.۱. لغوی معنی

خلافت عربی زبان کے ان الفظ میں سے ہے، جن کو لغت میں عام معانی کے لئے استعمال کیا جاتا تھا لیکن قرآن حکیم نے اپنے خاص معنی میں استعمال کیا ہے۔(۱) عربی صرف میں جو ابواب مشتق ہوتے ہیں ان کی خاصیتوں سے ان کے معنی میں بھی تغیر واقع ہوتا ہے،اسی طرح عربی زبان

۱کاندھلویؒ، مولانا محمد علی صدیقی، **معالم القرآن** (سیالکوٹ: ادارہ تعلیمات قرآن، ۱۴۴۲ھ)، ۱: ۱۹۱

وادب میں الفاظ کے تلفظ سے بھی کچھ نہ کچھ معانی میں تبدیلی واقع ہوتی ہے اگر ہم خلف "**سکون اللام**" استعمال کریں تو اپنے بڑوں کے طرز کے مخالف برائیوں میں مبتلا ہونے کا معنی دیتا ہے اور اگر "**بفتح اللام**" استعمال کریں تو بڑوں کے نقش قدم پر چلنے کا معنی دیتا ہے خلف، خلف اور خلیفہ تینوں الفاظ ایک دوسرے کے قائم مقام خلیفہ اور نائب بنتے ہیں۔(۲)**زبیدی کی تحقیق** ہے کہ خلافت مطلق خلافت کو نہیں کہتے بلکہ خلافت کی ذمہ داری کو کہتے ہیں۔(۳)امام راغب اصفہانیؒ اپنی کتاب مفردات میں اس لفظ کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: خلافت کسی دوسرے کی نیابت ہے خواہ منوب عنہ کے غائب ہونے کی وجہ ہو یا اس کی موت کے سبب ہو یا اس کے عجز کے سبب سے یا اس شخص کو بزرگی عطا کرنے کے لئے جیسے خلیفہ بنایا گیا ہو۔(۴)خلافت جانشینی اور قائم مقامی کے ساتھ نیابت اور نیابتی حکومت کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے اسی طرح خلیفہ بھی جانشین اور قائم مقام کے ساتھ نائب اور نیابتی حکومت کے سربراہ کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔

۲.۲ اصطلاحی معنی

امام ماوردی نے خلافت کی تعریف اس طرح کی ہے:۔امامت یعنی اسلامی حکومت دین اسلام کی حفاظت اور دنیا کی اصلاح وتدبیر اور نظم ونسق چلانے میں نبی کریم ﷺ کی نیابت کے لئے بنائی جائے۔(۵)ابن خلدون خلافت کی تعریف کچھ یوں کرتے ہیں:۔خلافت در حقیقت دین کی حفاظت اور دین کے ذریعہ دنیا کی اصلاح وتدبیر اور نظم ونسق چلانے میں صاحب شریعت نبی کریم ﷺ کی نیابت کا نام ہے۔(۶)شاہ ولی اللہ خلافت کو یوں بیان کرتے ہیں:۔خلافت وہ عمومی ریاست ہے جو اقامت دین کی جانب عملی اعتبار سے متوجہ رہتی ہو۔(۷) قرآن حکیم نے خلافت(۸) استخلاف(۹)اور خلیفہ (۱۰)کاتذکرہ کیا ہے، فرماں روائی کے لئے علم، حکمت، اختیار اور ارادہ جیسی صفات کا ہونا ضروری ہے کیونکہ ان کے بغیر زمین اور اس کی موجودات پر فرماں روائی نہیں ہوسکتی قرآنی اشارات سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کو جس خلافت سے سرفراز کیا گیا ہے وہ دراصل خلافت

۲المالکی، أحمد بن إدریس، **البروق فی انواع الفروق**(کراچی: دارالاشاعت، س۔ن)، ۲۱۸
۳محمد بن محمد الزبیدی، **تاج العروس**(بیروت: دارالفکر، ۱۹۹۴م)، ۱۲۵: ۱۹۲۔
۴راغب اصفہانی، **مفردات القرآن**(لاہور: شیخ شمس الحق، ۱۹۸۷ء)، ۲۹۴۔
۵علی بن محمد بن الماوردی، **الاحکام السلطانیہ**(بیروت: دارلاکتاب العربی، س۔ن)، ۲۹۔
۶عبدالرحمان ابن خلدون، **مقدمہ ابن خلدون**(بیروت: دارالجیل، س۔ن)، ۲۱۱۔
۷دھلوی، شاہ ولی اللہ محدث، **ازالۃ الخفاء**(کراچی: نفیس اکیڈیمی، س۔ن)، ۲۔
۸البقرہ، ۲: ۳۰۔
۹ النور، ۲۴: ۵۵۔
۱۰ص، ۳۸: ۲۶۔

الٰہیہ ہے اللہ نے انسان کو بہترین ساخت پر پیدا کیا ہے اس میں روح پھونکی(۱۱)، اس کو علم کی نعمت سے مالا مال کیا ہے۔(۱۲) آسمانوں اور زمین کی ساری چیزوں کو اس کا تابع بنایا ہے۔(۱۳)

ان صفات کے ساتھ انسان کی تخلیق ہوئی، انسان کو سجدہ کرنے کا حکم اس لئے دیا گیا کہ اللہ نے انسان کو اپنے ہاتھوں سے پیدا کیا یعنی انسان قدرت الٰہیہ کا مظہر ہے اس شاندار صفات کے ساتھ انسان کا وجود خلیفہ کے طور پر متمکن ہوا اور جب فرشتوں نے اپنے تحفظات کا اظہار کیا تو اللہ نے ان کے سامنے سب سے افضل صفت یعنی علم کا مظاہرہ کرایا اس طرح خلافت کے لئے انسان کی اہلیت ثابت کر دی اور فرشتوں نے انسان کے مرتبہ کو تسلیم کیا اور سجدے میں پڑ گئے مگر شیطان نے اس کی خلافت ماننے سے انکار کر دیا اس لئے اسے راندہ درگاہ کر دیا گیا۔(۱۴) قرآن نے خلافت کو امانت بھی قرار دیا ہے، اللہ تعالیٰ نے انسان کو اطاعت و معصیت کی جو آزادی بخشی ہے اور اس آزادی کو استعمال کرنے کے لئے اپنی بے شمار مخلوقات پر تصرف جو اختیارات عطا کئے ہیں ان کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ انسان خود اپنے اعمال کا ذمہ دار قرار پائے اور اپنے صحیح طرز عمل پر اجر اور غلط طرز عمل پر سزا کا مستحق بنے، یہ اختیارات چونکہ انسان نے خود حاصل نہیں کئے بلکہ اللہ نے اسے دئے ہیں اور ان کے صحیح و غلط استعمال پر وہ اللہ کے سامنے جوابدہ ہے، خلافت کا مفہوم امانت(۱۵) کا لفظ واضح کر دیتا ہے اور یہ دونوں لفظ نظام عالم میں انسان کی صحیح حیثیت پر روشنی ڈالتے ہیں انسان زمین کا فرماں روا ہے یہ فرماں روائی اللہ کی طرف سے تفویض کردہ ہے اور ان ختیارات کو امانت سے تعبیر کیا ہے۔(۱۶)

۳. قیام خلافت کا وجوب

۳.۱. قرآن سے دلیل

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَن تُؤَدُّواْ الأَمَانَاتِ إِلَى أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُم بَيْنَ النَّاسِ أَن تَحْكُمُواْ بِالْعَدْلِ إِنَّ اللَّهَ نِعِمَّا يَعِظُكُم بِهِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ سَمِيعًا بَصِيرًا يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا أَطِيعُوا ٱللَّهَ وَأَطِيعُوا ٱلرَّسُولَ وَأُو۟لِى ٱلْأَمْرِ مِنكُمْ ۖ فَإِن تَنَـٰزَعْتُمْ فِى شَىْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى ٱللَّهِ وَٱلرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِٱللَّهِ وَٱلْيَوْمِ ٱلْـَٔاخِرِ ۚ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا (۱۷) اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں ان کے حق داروں کو ادا کرو اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو خوب بات ہے یہ جس کی اللہ تمہیں نصیحت کرتا ہے بے شک اللہ سننے والا دیکھنے والا ہے۔ اے ایمان والو اللہ کی اطاعت کرو، رسول کی اطاعت کرو، اور اپنے ارباب حل عقد، ذمہ دار اور سربراہ کار کی، سو اگر کسی امر میں اختلاف رائے واقع ہو تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹاؤ، اگر اللہ اور روز قیامت پر ایمان رکھتے ہو، یہ طریقہ بہتر اور اچھا ہے۔

۱۱السجدہ، ۳۲:۹۔

۱۲البقرہ، ۲:۳۱۔

۱۳الجاثیہ، ۱۳:۴۵۔

۱۴البقرہ، ۲:۳۱-۳۲۔

۱۵الاحزاب، ۳۳:۷۲۔

۱۶مودودی، سید ابوالاعلی، **اسلامی ریاست** (لاہور: اسلامی پبلیکشنز، شاہ عالمی مارکیٹ، ۲۰۱۴)، ۲۱۲۔

۱۷النساء، ۴:۵۹۔

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے امانت کی ادائیگی کا حکم دیا ہے اور خلیفہ کا انتخاب بھی ایک امانت ہے جس کی ادائیگی امت پر واجب ہے اسی طرح آیت کے اندر اولی الامر کی اطاعت کا حکم ہے جو سربراہ ریاست کی تقرری سے ہی عملی شکل اختیار ہوگی۔

۳.۲. سنت سے دلیل

حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: **السمع والطاعة على المرء المسلم فيما احب وكره مالم يؤمر بمعصية فاذا امر بمعصية لا سمع ولا طاعة**(۱۸) خلیفہ کی بات سننا اور ماننا مسلمان پر فرض ہے جب تک کہ اسے گناہ کرنے کا حکم نہ دیا گیا ہو جب اسے گناہ کا حکم دیا جائے تو پھر نہ سننا جائز ہے اور نہ ماننا جائز ہے۔ اس حدیث میں خلیفہ کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے اور خلیفہ کا وجود اس کی تقرری سے ہوگا لہذا تقرری اور اطاعت دونوں واجب ہیں کیونکہ جس کی تقرری واجب نہ ہو تو اس کی اطاعت کیسے واجب ہوگی۔ چنانچہ اس پتہ چلتا ہے کہ خلافت کا قائم کرنا واجب ہے تاکہ مسلمان خلیفہ اور اس کے مقرر کردہ امراء و حکام کی اطاعت کے وجوب کو اللہ اور اس کے رسول کے حکم سے سر انجام دے سکیں اور یہ واضح ہوتا ہے کہ حکام کی اطاعت کے وجوب کا حکم ان کی تقرری کے وجوب پر مرتب ہوتا ہے۔

۳.۳. اجماع سے دلیل

خلیفہ کی تقرری پر صحابہ کا اجماع ہے چنانچہ نبی کریم ﷺ کے وصال کے بعد سب نے اتفاق رائے سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کو تسلیم کیا اور نبی کریم ﷺ کی تجہیز و تکفین پر خلیفہ کے انتخاب کو مقدم رکھا اگر خلیفہ کی تقرری واجب نہ ہوتی تو صحابہ کرام ایسا نہ کرتے۔

۳.۴. عقلی دلیل

عقل اس بات کو مانتی ہے کہ انسان کو تبھی کامیابی ملتی ہے جب وہ کسی ضابطہ کے تعین اور مقصد کے حصول کے لئے درست سمت اختیار کرتا ہے کتاب و سنت کی تنفیذ اور دنیاوی معاملات کو منظم و مرتب کرنے کے لئے کے لے ایک امام کی ضرورت ہوگی، لہذا خلیفہ کی تقرری ضروری ہے۔

۴. خلافت کے خصائص

۴.۱. اقتدار اعلیٰ

خلافت میں اقتدار اعلیٰ اللہ تعالیٰ کے لئے ہے اور وہی قانون سازی کا مرجع اور اسی کی نازل کردہ شریعت یعنی صرف قرآن و سنت کی نصوص سب پر حاکم ہیں، حاکمیت مطلقاً اللہ تعالیٰ کی ہے، اسلام میں مذہب زندگی کا ایک ضمیمہ نہیں بلکہ پوری زندگی پر حاوی ہے وہ اللہ اور بندے کے تعلق کے ساتھ ساتھ انسان کے انسان کے تعلقات سے بھی بحث کرتا ہے، انسان اور کائنات کے تعامل پر بھی بحث کرتا ہے اور حاکمیت الٰہیہ کا لازمی تقاضہ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت بھی ہے۔ (۱۹)

---

۱۸ البخاری، ابو عبداللہ، محمد بن اسماعیل، **الجامع الصحیح** (مصر: دار طوق النجاۃ، ۱۴۲۲ھ)، رقم: ۱۴۴۷۔

۱۹ قاسمی، مفتی محمد سراج الدین، **اسلام کا سیاسی نظام** (نئی دہلی: ایفا پبلیکیشنز، ۲۰۱۷ء)، ۲۴۷۔

۴.۲. شورائیت

سربراہ مملکت کا تقرر پوری امت کی جانب سے منتخب کردہ افراد مشورہ سے معاملہ کو قطعی شکل دیں گئے قرآن حکیم میں ارشاد ہے **وشاورھم فی الامر** اس نص سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مسلمانوں کے معاملات شورائی نظام سے طے ہونے چاہئے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو اپنے اصحاب سے مشورہ کرنے کا حکم دیا تو آپ کی اقتداء کرتے ہوئے مسلمان اپنے معاملات میں مشورہ کریں گئے، اس سے معلوم ہوا کہ مشترک معاملات میں ایک شخص کی رائے سے فیصلہ کرنا اور دوسرے افراد کی رائے کو نظرانداز کرنا زیادتی ہے مشترکہ معاملات میں من مانی کرنے کا حق نہیں بلکہ اسلام کے اصول شوریٰ کی نوعیت اور ماہیت کو مدنظر رکھنا ضروری ہوگا۔(۲۰)

۴.۳. اجتماعی عدل کا قیام

نظام خلافت میں تمام شہریوں کو عدل وانصاف کا برابر حق ہے، حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر نبی کریم ﷺ تک تمام انبیاء کا مبعوث ہونا عدل وانصاف اور حق کی سربلندی کے لئے تھا قرآن کی مختلف سورتوں کا مطالعہ یہ بتلاتا ہے کہ انصاف قائم کریں، لوگ انصاف پر قائم رہیں، گواہی نہ چھپائیں اللہ کے حکموں کی تابعداری کریں حق اور سچ بیان کریں۔(۲۱)

۴.۴. مساوات

یہ اسلام کا فلسفہ ہے کہ اس نے تمام انسانوں کو بحیثیت انسان ایک جیسا قرار دیا ہے ذات، پات،، امیر غریب، کالے گورے جیسی توہمات کو ایک جھٹکے سے زمیں بوس کر دیا، مساوات کا معنی یکسانیت ہے نظام خلافت میں مساوات صرف قائم نہیں کی جاتی بلکہ اسے ریاست پالیسی اور اصول کے طور پر نافذ کیا جاتا ہے، تمام شہریوں کو خواہ مسلم ہوں یا غیر مسلم ہوں بنیادی ضروریات میں مساویانہ ضمانت دے گی۔(۲۲) قانون کی تنفیذ میں بھی مساوات قائم رکھنا(23) اور معاشرتی اعتبار سے برابری بنا کر رکھنا اور تقسیم زر میں کوئی امتیاز روا نہ رکھنا نظام خلافت کا امتیاز ہے۔(۲۴)

۴.۵. حقوق انسانی کا تحفظ

خلافت کے نظام کی ایک منفرد شان ہے کہ تمام انسان ایک ہی جیسے حقوق رکھتے ہیں کسی قسم کا تفاوت نہیں اسلام ہی ہے جس نے انسانی حقوق کو مفصل اور وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے یہ حقوق دائمی اور جغرافیائی حدبندیوں سے آزاد اور زمان ومکان کی قیود سے ماوراء ہیں جہاں انسان ہوگا وہاں عظمت انسانی ہوگی جہاں عظمت انسانی ہوگی وہاں حقوق ہوں گے(۲۵)

---

۲۰ مودودی، **اسلامی ریاست**، ۶۵۶-۶۵۷۔

۲۱ مودودی، **تفہیم القرآن** (لاہور: ادارہ ترجمان القرآن، ۱۹۴۹)، ۲: ۵۶۵۔

۲۲ خورشید احمد، **اسلامی نظریہ حیات** (کراچی: شعبہ تصنیف وتالیف وترجمہ، ۱۹۶۳ء)، ۴۹۶۔

۲۳ البخاری، **الجامع الصحیح**، ۴: ۲۱۱۹۔

۲۴ خالد علوی، **اسلامی معاشرتی نظام** (لاہور: الفیصل ناشران وتاجران کتب، ۲۰۱۵ء)، ۳۰۳۔

۲۵ مودودی، **تفہیم القران**، ۱: ۶۴۔

۴.۶ آزادی اظہار

نظام خلافت ایسی کوئی قد غن نہیں لگاتا جس سے انسان کے جذبہ آزادی کو کچلا جائے لیکن یہ آزادی صرف اسی حد تک آزادی تصور ہو گی جو انسانی زندگیوں کے لئے نقصان اور فساد کا ذریعہ نہ بنے، اسلام میں آزادی اظہار کا تصور پابندی اور جوابدہی سے مربوط ہے اور اخلاقیات سے اگر نظام کو مربوط نہ کیا جائے تو معاشرے میں بداخلاقی اور بدعنوانی در آتی ہے۔(۲۶)

نبی کریم ﷺ کے بعد خلافت اپنے خصائص و نتائج کے اعتبار سے دو بڑے سلسلوں میں منقسم ہو گئی، خود آنحضرت ﷺ نے نہ صرف ان کی پیشتر سے خبر دی تھی بلکہ تمام علائم و خصائص صاف بیان کر دیئے تھے اس بارے میں جو احادیث موجود ہیں وہ کثرت طرق، شہرت متن، قبول طبقات کی بنا پر حد تواتر تک پہنچ چکی ہیں۔ پہلا سلسلہ خلافت خلفائے راشدین مہدیین کا تھا جن کی خلافت منہاج نبوت پر تھی یعنی وہ صحیح و کامل معنوں میں منصب نبوت کے جانشین اور قائم مقام تھے، ان کا طریق نبوت کے مطابق تھا اس لئے عہد نبوت کا ایک جزو تھا۔ دوسرا سلسلہ خلافت منہاج نبوت سے الگ مجرد حکومت کا تھا، جب عجمی بدعتیں خالص اسلامی و عربت تمدن سے مل کر ایک نیا دور شروع کر رہی تھیں یہ سلسلہ خلافت بعد کی خلافتوں کے مقابلے میں پہلے سلسلے سے اقرب تھا لیکن خلافت راشدہ کے حقیقی خصائص ناپید ہو گئے تھے خلفائے بنی امیہ سے لے کر آج تک جو سلسلہ خلافت اسلامیہ وہ دوسری قسم میں داخل ہے، آحادیث میں پہلے سلسلہ کو بوجہ غلبہ طریق ہدایت و نبوت خلافت کے لفظ سے اور دوسرے کو بوجہ غلبہ سیاست و شخصیت بادشاہت کے لفظ سے بھی تعبیر کیا گیا ہے۔ **الخلافة بعدی ثلاثون عاماً ثم ملک بعد ذالک**، اور ایک حدیث میں ہے الخلافة بالمدینة والملک بالشام، ایک حدیث میں تین دور بتلائے گئے ہیں **نبوة ورحمة ثم خلافة ورحمة وفی لفظ خلافة علی منهاج النبوة ثم یکون ملک عضوض**۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسی نسبت کہا تھا ہم نے عہد ملوکی پر قناعت کر لی۔

آخری حدیث کے مطابق تین دور ہیں عہد نبوت و رحمت، عہد خلافت و رحمت، عہد پادشاہی و فرمانروائی، پہلا دور نبی کریم ﷺ کی وفات پر ختم ہو گیا، دوسرا دور عہد نبوت کا تتمہ اور لازمی جزو تھا جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر ختم ہو گیا، اس کے بعد مجرد عہد پادشاہی و استبدادی شروع ہوا جو آج تک جاری ہے اس دور کی بھی بہت سی مختلف شاخیں علیحدہ علیحدہ احادیث میں بتلائی گئی تھیں اور وہ سب ٹھیک ٹھیک ظہور میں آئیں نبوت کی برکات کی محرومی کا ایک تدریجی تنزل تھا اور بدعات کے ظہور کی ایک تدریجی ترقی ہوئی۔ **کالحصیر عوداً عوداً**۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت سے شروع ہوئی اور جس قدر عہد نبوت سے دوری بڑھتی گئی اتنی ہی عہد نبوت اور خلافت کی سعادتوں سے امت محروم ہوتی گئی یہ محرومی صرف خلافت کے معاملہ میں نہیں ہوئی بلکہ امت اساسات سے لے کر شخصی، اجتماعی، اعتقادی، عملی سب کا یہی حال ہوا۔ احادیث میں نہایت کثرت کے ساتھ اسلام کے آخری دور کی بھی خبر دی گئی ہے جو اپنے برکات کے اعتبار سے دور اول کی خصائص تازہ کر دے گا اور جس کا حال یہ ہو گا کی **لایدری اولها خیراً ام اخرها**، نہیں کہا جا سکتا کہ امت کی ابتداء زیادہ کامیاب تھی یا اس کا اختتام، یہی وہ آخری زمانہ ہو گا جب اللہ کا اعلان اپنے کامل معنوں

---

۲۶ ندوی، صفدر زبیر، **اسلام کا تصور آزادی**، (نئی دہلی: ایفا پبلیکیشنز، ۲۰۱۷ء)، ۱۱۸۔

پورا ہوگا، لیظھرہ علی الدین کلہ ولو کرہ المشرکون (۲۷) یہی وجہ کہ مایوسیوں اور نامرادیوں کی اس عالمگیر تاریکی میں بھی جو آج چاروں طرف پھیلی ہوئی ہے، ایک مومن قلب کے لئے روشنیاں برابر چمک رہیں ہیں۔ (۲۸)

۵. جمہوریت

جمہوریت کا لفظ جمہور سے وضع کیا گیا ہے جس کا معنی ہے آدمیوں کا مجموعہ، انسائیکلوپیڈیا برٹینکا کے مقالہ نگار کے مطابق، ایک ایسی طرز حکومت کا نام ہے جسے اپنے ہی لوگ چلا رہے ہوں اور جدید تر عمل کی رو سے آزاد انتخابی اور نمائندہ اداروں کے انتظام میں ہو اور اس کی حیثیت حاکمہ قوم کے سامنے جواب دہ ہو۔ ([29]) جمہوریت ایک ایسی حکومت ہوتی ہے جس میں ریاست کے حاکمانہ اختیارات قانونی طور پر پورے معاشرہ کو حاصل ہوتے ہیں۔ جمہوریت کا لفظ آمریت، مطلق العنانیت، اور ملوکیت کے نظام کے خلاف ایک نظام حکومت کی اصطلاح کے طور پر اختیار کیا جاتا ہے۔ جمہوریت کا نظری اور عملی ارتقاء اور اس کی نوعیت، دائرہ عمل میں تبدیلی ہوتی رہی کہیں شہریوں کی براہ راست حکومت کا اصول اختیار کیا گیا، کہیں آزادی و مساوات کو اہمیت دی گئی اور کبھی معاشی انصاف کو مطمع نظر بنایا گیا اسی طرح جمہوریت بتدریج مختلف شکلیں اختیار کرتی اپنے لئے مسلمہ اصول بنا سکی لیکن یہ ایک بدیہی حقیقت ہے کہ ابھی تک جمہوریت کا مکمل نمونہ نہیں پیش کیا جا سکا مختلف شکلیں آج بھی موجود ہیں، مختلف نظام ہائے سیاست کو جمہوریت کہا جاتا ہے، ہر ایک مملکت اپنی ملکی اور قومی، بعض اوقات بین الاقوامی ضرورت کے مطابق جمہوریت میں قطع و برید کرتی ہے اور اسے عین جمہوریت قرار دیتی ہے اسی طرح آج کی دنیا جمہوریت کا راگ الاپتی ہے، لیکن اس بات کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ ہر مذہب کے ماننے والے اپنی مذہبی روایات کے تناظر میں جمہوریت کی تعریف و توصیف میں رطب اللسان رہتے ہیں۔

۵.۱. جمہوریت کے خصائص

۵.۲. عوام کی حاکمیت

جمہوریت کا بنیادی اور اساسی نظریہ عوام کی حاکمیت اور خود مختاری کا تصور ہے کسی بھی ریاست کے عوام کو اپنے نمائندے اپنی مرضی کے قوانین بنانے اور من پسند افراد کو چننے اور اپنی خواہشات کے مطابق اپنے ملک کو چلانے کا حق اور اختیار ہے۔

۵.۳. عوامی نمائندوں کا تصور

ریاست کے ہر فرد کو کیونکہ ملکی معاملات میں شریک کرنا ناممکن ہوتا ہے لہذا عوامی نمایندوں کو کثرت کی بنیاد پر منتخب کیا جاتا ہے تاکہ پارلیمنٹ کی صورت مین عوامی نمائندگی کا فریضہ سرانجام دیں۔

۵.۴. مقننہ کے اختیارات

جمہوریت میں پارلیمنٹ عوام کی نمائندگی کرتی ہے اس لئے اسے لامحدود اختیارات اور سپریم اور طاقت ور ادارہ

---

۲۷ التوبہ، ۹: ۳۳۔

۲۸ ابوالکلام آزاد، **مسئلہ خلافت** (لاہور: مکتبہ جمال، ۲۰۱۰ء)، ۲۴-۲۳۔

۲۹ اردو دائرہ اسلامیہ، (لاہور: پنجاب یونیورسٹی)، ۷: ۴۳۱

ہوتا جو ارکان پارلیمنٹ مین اکثریت کی بنیاد پر ملک میں قانون سازی، قانون میں تبدیلی کا مجاز ہوتا ہے۔

۵.۵. آئین کی بالادستی

جمہوریت مین آئین کو بالادستی حاصل ہوتی ہے، آئین کو انتہائی تقدس اور عظمت کا درجہ دیا جاتا ہے ملک میں کوئی بھی شخص خلاف آئین کام نہیں کر سکتا اور ملکی تنازعات میں اسے اس ایک فیصلہ کن حیثیت حاصل ہے۔

۵.۶. سیاسی مساوات کا تصور

جمہوریت میں ہر بالغ فرد رائے دینے کا اہل تصور کیا جاتا ہے تعلیم یافتہ، جاہل، مرد، عورت، دیہی، شہری جملہ تمام افراد کے ووٹ کی یکساں اہمیت ہوتی ہے۔

۵.۷. کثرت رائے کا تصور

جمہوری نظام میں ووٹنگ ہو یا قانون سازی ہو تمام فیصلے اکثریت کی بنیاد پر کئے جاتے ہیں، اکثریت کے فیصلے سے رو گردانی جمہوریت کے بنیادی تصور سے انحراف سمجھا جاتا ہے۔

۵.۸. آزادی

اپنے نظریات اور رائے کے اظہار کی مکمل آزادی ہوتی ہے اور اسے جمہوریت کے بنیادی اصول قرار دیا جاتا ہے، ریاست کی نظر میں ہر ایک کو اپنے مذہب پر عمل، تبلیغ اور اشاعت کا مکمل اختیار ہوتا ہے ریاست افراد کے درمیان، جنس، مذہب کی کوئی تفریق روا نہیں رکھی جاتی۔

۵.۹. لامذہب ریاست

مغربی جمہوریت پوری طرح سیکولرازم کی بنیاد پر کھڑی ہے، سیکولرازم کا کا معنی ہے کہ مذہب کوئی بھی ہو ریاستی معاملات اور امور میں قطعاً دخل اندازی نہیں کرے گا، ریاست کے قوانین مذہبی بنیاد پر نہیں بنائے جائیں گے۔(۳۰)

۶. ملوکیت و آمریت

آمریت کا لفظ آمر سے مشتق ہے جس کا معنی اپنی حیثیت کو منوانا اور اقتدار حاصل کرنے کے بعد اپنی حکومت کو قائم کرنا، ایک بڑی جماعت کا ایک شخص کی سربراہی میں پولیس، فوج، کی مدد سے ملک کے وسائل پر قبضہ کرنا نظریہ آمریت کہلاتا ہے۔(۳۱) ملوکیت کے معنی شخصی حاکمیت کے ہیں یعنی ایک ایسا نظام جس میں ایک شخص طاقت کے زور پر اقتدار حاصل کرتا ہے اور عوام کو اپنا حاکم ماننے پر مجبور کرتا ہے، ملوکیت کا مقصد اغراض اور خواہشات نفسانی کا پابند بنانا ہے، سیاسی ملوکیت کا مقصد عقلی نقطہ نظر منفعتیں کرنا اور دفع ضرر کرنا ہے اور خلافت کا مقصد لوگوں کو شریعت کے مطابق ڈھالنا ہے۔ ملوکیت، آمریت، استبدادیت اس نظام حکومت کا نام ہے جو حاکم کی ذاتی خواہشات اور اغراض کو پورا کرنے کا نام ہے، معقولیت اور

---

۳۰ سعدی، سمیع اللہ، **اسلامی جمہوریت کا فلسفہ** (گوجرانوالہ: ماہنامہ الشریعہ دسمبر ۲۰۱۳)
۳۱ جامع اردو انسیکلوپیڈیا (ناشر: شیخ نیاز احمد)، ۱: ۳۱

ذلیل و حجت کی جگہ لوگوں کے ساتھ تشدد کا معاملہ کیا جاتا ہے وحشیانہ رویہ اختیار کیا جاتا ہے سارے وسائل کو حاکم اپنی ذاتی ملکیت تصور کرتا ہے۔ اس قسم کے نظام کی قباحت کو قرآن حکیم نے بیان کیا ہے ان الملوک ازا دخلوا قریۃ افسدوھا وجعلوااعزۃ اھلھا اذلۃ ولکذ لک یفعلون بادشاہ جب کسی ملک مین گھس آتے ہیں تو اسے خراب اور اس کے عزت والوں کو ذلیل کر دیتے ہیں اور یہی کچھ وہ کریں گئے۔ اسی طرح اسلام آمریت اور استبدایت کی بھی مخالفت کرتا ہے جس مین مطلق العنان حاکمیت کے اختیارات حاصل ہوتے ہیں، تحلیل و تحریم کے مالک بن بیٹھتے ہیں، فرائض منصبی کو بھلا کر مال و دولت کے پجاری بن جاتے ہیں۔ (۳۲)

۶.۱. شخصی حکومت (ملوکیت و آمریت) کی اسلامی مطابقت

بعض اسلامی سیاسی مفکرین خلافت کے علاوہ کسی بھی نظام کو مبنی بر حق نہیں سمجھتے، اسی طرح بعض صاحبان علم شخصی حکومت جو کسی بھی نام سے معروف ہو، کو ایک دوسری نظر سے دیکھتے ہیں اور قرآن حکیم کی مختلف آیات کی روشنی میں بیان کرتے ہیں کہ چند شرائط کے ساتھ شخصی حکومت (ملوکیت، آمریت) بھی اسلام کے نقطہ نظر بعینہ جائز ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام ایک ہی وقت میں خلیفہ بھی تھے اور بادشاہ بھی قرآن حکیم میں ارشاد ہوا ہے یا داؤد انا جعلنٰک خلیفۃ فی الارض اے داوڑ ہم نے تمہیں دنیا میں خلیفہ بنایاوقتل داؤد جالوت واٰتٰہ الملک ولحکمۃ اور داؤد نے جالوت کو قتل کیا اور اللہ نے اس کو سلطنت اور دانائی عطا کی وسددنا ملکہ واٰتینٰہ الحکمۃ وفصل الخطاب ہم نے ان کی سلطنت کو استحکام بخشا تھا اور انہیں دانائی اور فیصلہ کن گفتگو کا سلیقہ عطا کیا تھا۔ جب نظام حکومت کا پہلو اجاگر کرنا مقصوسد تھا کہ وہ حق کے ساتھ فیصلے کریں اور خواہشات کی پیروی نہ کرین توان کے لئے خلیفہ کا لفظ استعمال کیا گیا اور جب اقتدار، سلطنت، بادشاہی، حکومت کی طرف اشارہ مقصود تھا تو ملک کا لفظ استعمال کیا گیا، اس معلوم ہوا ملوکیت (شخصی حکومت) فی نفسہ مزموم نہین جیسا کہ مغربی جمہوریت سے متاثر لوگ محسوس کرتے ہیں، ہاں اگر بادشاہ اللہ کی فرمانبرداری کی بجائے سرکشی کی راہ اختیار کرئے تو ملوکیت ایک مزموم چیز بن جاتی ہے فرعون، نمرود، شداد، ہامان اسی قسم کے بادشاہ تھے ایسی ہی مطلق العنان اور حکومت کو مذموم قرار دیا گیا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے شاہ فارس کو پیغام بھیجا اگر تم مسلمان ہو جاؤ تو جو کچھ تمہارے ماتحت ہے اسے تمہارے لئے برقرار رکھوں گا قوم گا۔ (۳۳)

ان حوالہ جات سے واضح ہے کہ بادشاہت فی نفسہ بری چیز نہیں ہے، جو بادشاہ اللہ کو قانون ساز تسلیم کرئے پھر اس کے احکام پر خود بھی چلے اور لوگوں پر بھی ان احکام کو نافذ کرئے تو یقیناً وہ امیر اور خلیفۃ المسلمین کے حکم میں ہے۔ صحابہ کرام اور تابعین کے بہترین دور میں مسلمانوں نے بنی امیہ اور بنی عباس کے حکمرانوں کی بیعت کی ان کی غلط بات کا انکار کیا لیکن جماعت اور امیر جماعت سے الگ نہ ہوئے، سنت سے اگر دلیل بنائیں تو معلوم ہوتا ہے نبی کریم ﷺ نے کس طرح کی ہدایات فرمائیں۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:۔ تم پر امیر ہوں گے ان کے بعض کام تم اچھے سمجھو گے اور بعض کچھ کو برا سمجھو گے جس نے ان کی غلط بات کا انکار کیا وہ بری ہو اور جس نے ان کی بری بات کو مکروہ جانا وہ سالم رہا اور لیکن جو انکی بری بات پر راضی ہوا اوع ان کی پیروی کی وہ نقصان میں رہا صحابہ نے عرض کی کیا ہم ان سے لڑائی نہ کریں فرمایا نہیں جب تک وہ نماز پڑھیں۔ (۳۴) نبی کریم

---

۳۲ قاسمی، **اسلام کا سیاسی نظام**، ۶۰

۳۳ مبارکپوری، مولانا صفی الرحمن، **الرحیق المختوم** (لاہور: المکتبہ السلفیہ شیش محل روڈ، ۲۰۱۰ء) ۴۸۸۔

۳۴ مسلم بن الحجاج، **صحیح مسلم** (بیروت: دار الجیل، س۔ن)، رقم: ۱۸۵۳۔

ﷺ نے ارشاد فرمایا:۔جو شخص اپنے امیر میں کوئی ایسی چیز دیکھے جس کو وہ مکروہ سمجھتا ہے پس چاہیئے کہ وہ صبر کرئے کیونکہ جو شخص جماعت سے ایک بالشت بھی جدا ہوا اور اس حال میں مر گیا تو وہ جاہلیت کی موت مرئے گا۔(۳۵)

اسلام میں اصل مطاع اور قانون ساز اللہ ہے، خلیفہ کا منصب اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ وہ اللہ کے حکم کا پابند اور اس کو نافذ کرنے والا ہوتا ہے۔اگر دیکھا جائے تو عمر بن عبد العزیز اصطلاحی طور پر بادشاہ ہی تھے کیونکہ وہ طریقہ ولی عہد سے بادشاہ بنے تھے۔(۳۶) حالانکہ تمام مفکرین اسلام حضرت عمر بن عبد العزیز کے عہد کو ایک مثالی اور شاندار قرار دیتے ہیں۔**ابن خلدون کی رائے** ہے کہ خالص خلافت اسلام کے صدر اول میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عہد تک رہی ہے اس کے بعد خلافت، ملوکیت بن گئی لیکن خلافت کا مفہوم یعنی دین کے اصولوں پر عمل کرنا اور راہ حق پر چلنا باقی رہا، سوائے اس اصول غالب کے جو پہلے دین تھا اور پھر عصبیت اور طاقت بن گیا، اس کے بعد حکومت خالص ملوکیت بن گئی اور طاقت کا استعمال ملوکیت کا جزو ہے۔ذاتی اغراض کے لئے جبر، نفسانی خواہشات، ترغیبات اور لذات کی خاطر پوری طرح طاقت برتی گئی جیسے دور اموی اور عباسی کی تاریخ اس بات کی گواہی دیتی ہے، خلافت کا نام صرف عصبیت عرب کے معنی میں بھی استعمال ہوتا رہا اور خلافت اور ملوکیت اکثر ایک دوسرے سے خلط ملط کی جاتی رہیں، اس کے بعد عصبیت عرب اور زوال کی وجہ سے اصل خلافت کا نام ونشان مٹ گیا۔(۳۷) مغرب اور ہمارے ماضی نے اسلام کو فرد کی نجی زندگی کا ایک نظام قرار دیا اور ریاست کے امور سے اس کو غیر متعلق کر دیا، حالانکہ اسلام نے ایک اعلیٰ درجہ کا سیاسی نظام دنیا کے سامنے پیش کیا اور اسے انسانی معاشرہ میں نافذ بھی کیا اسلام کے اس ابدی نظام نے عدل وانصاف اور انسانی حقوق کا ایک حیرت انگیز نمونہ دنیا کے سامنے رکھا۔جن اسلامی ممالک میں ملوکیت نے قدم جمالئے اور عوام کی رائے نظام مملکت میں فروغ پذیر نہ ہو سکی اور جابر اور آمروں نے عوام کی آزادی اور حقوق انسانی کو پامال کر دیا۔(۳۸)

۷۔ اسلام اور جمہوریت میں مطابقت

۷.۱۔ تمہید

اسلام اور جمہوریت کی ترکیب جب ہم سنتے ہیں تو ہمارا ذہن اس طرف منتقل ہو جاتا کہ شاید اسلام اور جمہوریت میں تضاد پایا جاتا ہے یعنی اسلام جمہوریت سے متصادم ہے حالانکہ ایسی بات نہیں، نہ اسلام جمہوریت سے بر سرپیکار ہے اور نہ جمہوریت کو اسلام کے خلاف تلوار اٹھانے کی ضرورت ہے البتہ یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ جمہوری قدروں کی ہمارے ہاں قدر نہیں کی جاتی، یہ قصور جمہوریت کا نہیں ہے بلکہ اس پر عمل نہ کرنے والوں کا ہے کسی صحیح چیز پر عمل نہ کرنے سے وہ غلط نہیں ہو جاتی بہر حال اس کی صحت برقرار رہتی ہے ہم یہ بات کہہ سکتے ہیں کہ اسلام ایک جمہوری مذہب ہے اس کی سیاست کی اساس بھی یہی ہے اور یہی اس کا انداز اور اصول فرماں روائی ہے۔اسلام کسی مرحلہ میں بھی دین اور دنیا میں تضاد کا قائل نہیں اس

۳۵البخاری، **الجامع الصحیح**، رقم:۷۰۵۳۔

۳۶یوسف صلاح الدین، **خلافت وملوکیت کی شرعی حیثیت** (لاہور: مکتبہ سلفیہ، ۱۹۷۰ء)، ۳۹۹۔

۳۷عبد الرحمان، **مقدمہ ابن خلدون**، ۱۹۱۔

۳۸ قاسمی، **اسلام کا سیاسی نظام**، ۲۹۲۔

کے نزدیک ان دونوں کا باہمی تعاون ضروری ہے اسلام کا نقطہ نظر ہے کہ مکمل دنیا درحقیقت مکمل دین ہے اور مکمل دین مکمل دنیا کا خواہاں ہے قرآن حکیم میں ارشاد ہے :۔

رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ (۳۹)

اے ہمارے پروردگار ہمیں دنیا میں بھی بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھی بھلائی، اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچالے۔

دین و دنیا دونوں ایک دوسرے کے معاون ہیں اور سچا مسلمان دونوں کے حصول متمنی ہے دوسرے الفاظ میں کہہ سکتے ہیں کہ حکومت واقتدار سے ہمکنار ہونے کا مطلب روحانی اقدار سے محرومی یا کنارہ کشی ہر گز نہیں بلکہ اسلام کا زاویہ فکر یہ ہے کہ اقتدار جس قدر بہتر ہاتھوں میں ہو گا اسی قدر معاشرے میں خیر کی لہریں اٹھیں گی اور صالحیت کی خوش گوار ہوائیں چلیں گی۔ لوگوں کے اخلاق وسیرت میں روشنی پیدا ہو گی اور افراد واجتماع میں روحانیت کی مسرت انگیز فضا کروٹ لے گی۔ مغرب کے فلسفیوں نے جمہوریت کے عنوان سے ایک ایسے نظام کا نقشہ تیار کیا جس میں توقیر انسانی کو بنیادی حیثیت حاصل ہوئی اور اسے مطلق العنانیت کا حریف تصور کیا گیا لیکن جمہوریت جب تجربہ اور نفاذ کے مرحلہ میں داخلہ ہوئی تو اس کی صورت بگاڑ دی گئی بعض ممالک میں وہ اکثریت کے لئے اقلیت کے حقوق سلب کرنے کا آلہ کار بن گئی اور بڑی سادگی سے اعلان کیا جانے لگ کی جمہوریت میں اکثریت کی رائے اور مرضی کے مطابق فیصلہ صادر کیا جاتا ہے اس طرح جمہوریت غالب اور طاقت ور گروہ کی پشت پناہ بن گئی ہے اس کی مثال بھارت کی دی جاسکتی وہاں مسلم اقلیت کو طاقت ور اکثریت کے ہاتھوں سنگین قسم کے حالات کا سامنا ہے اور اگر برما کی طرف رخ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہاں ریاستی دہشت گردی نے مسلم اقلیت کو ایک مشکل میں ڈالا ہوا ہے اور مسلمان ایک تماشائی کی طرح تماشہ دیکھ رہے ہیں کہ جمہورت اپنے تیور دیکھا رہی ہے، جمہوریت اکثر نسلی اور لسانی گروہوں میں تصادم روکنے میں بھی ناکام ثابت ہوئی ہے جمہوریت سرمایہ دارانہ آمریت میں تبدیل ہو گئی ہے، جہاں جمہوریت کا پرچم لہرا رہا ہے وہاں آبادی کا ایک مختصر حصہ پورے ملک کی دولت کو آرام سے سمیٹ رہا ہے اور سرمایہ دارانہ نظام بڑی آزادی سے جمہوریت کے آغوش میں پھلتا پھولتا رہا ہے، جمہوری نظام تو اپنی اصل کے اعتبار سے انسان پر انسان کی بڑائی کی جڑ کاٹتا ہے اور منصب نبوت ورسالت نے بھی اسی عذاب سے بن نوع انسان کو نجات دلائی اور توحید کا تصور پیش کیا۔

جمہوری اقدار سے محروم معاشرہ ہر طرح کے جرائم کی آماجگاہ بن جاتا ہے جمہوریت تنقید کی آزادی تو عطا کرتی ہے لیکن انسان کے اندر کی حیوانیت کو قابو میں رکھنے کے معاملہ میں بے بس نظر آتی ہے، مغرب نے عقائد واقدار کو ٹھوکر مار کر مطلق آزادی فرد کو دے کر اسے آپے سے باہر کر دیا ہے فرد کی آزادی نے خاندانی نظام کو بکھیر کے رکھ دیا ہے، مذہب کی سیاست میں مداخلت کو رد کر دیا گیا ہے اور جمہوری نظام میں اخلاقیات کو ناپسندیدہ سمجھا جاتا ہے۔ اسلامی نقطہ نظر سے ریاست روحانی اقدار کو انسانی نظام میں سمونے کا نام ہے اسلام نے اجتماعی زندگی اور ریاست کے انتظامی امور میں جو طرز عمل اختیار کیا وہ جمہوریت کے تمام بہترین اصولوں کا مرقع ہے شورائی نظام، انصاف کی فراہمی، عقائد وعبادات کی آزادی، اجماع کا اصول نئے مسائل میں اہل علم وفکر کا کسی مسئلہ پر اجتہاد اور معاشرہ میں غیر معمولی مساوات اسلامی حکومت اور خلافت کے درخشاں مظاہر ہیں۔

گذشتہ ادوار کی طرح موجودہ دور میں بھی قرآنی علوم کی ترویج واشاعت میں بہت سیر حاصل کام ہوا ہے اور جدید دور کے تقاضوں کے مطابق اس کی افادیت اور اہمیت کو منظر عام لایا گیا ہے لیکن مسلمانوں کے سیاسی معاملات اور ان کی بین الاقوامی اہمیت کے پیش نظر، فکری اور فقہی طور پر

۳۹البقرہ، ۲:۲۰۱۔

صرف نظر سے کام لیا گیا ہے، ضرورت اس امر کی ہے کہ موجودہ دور کے مسائل سے نپٹنے کے لئے جو لائحہ عمل تیار کیا جاتا ہے اس میں معاشی، معاشرتی مسائل کے ساتھ ساتھ سیاسی مسائل کو زیر بحث لایا جائے تاکہ ملکی اور بین الاقوامی سطح پر اسلامی سیاسی فکر کو اور اس کے منہج کو اجاگر کیا جائے اور دنیا کو یہ باور کرایا جائے کی اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات عطا کرتا ہے۔ اس پہلو پر قرآن وحدیث سے جو فکر ملتی ہے وہ صرف اصولیات کو بیان کرتی ہیں لیکن جزئیات اور تفصیلات نہیں ملتیں، اور اہل علم کا رجحان ہے کہ حدود شریعت میں رہتے ہوئے اور فقہی قاعدہ الاصل فی الاشیاء الاباحہ سے استفادہ کرتے ہوئے سیاسی مسائل کو لاحق تحدیات اور انسانی تجربات سے فائدہ اٹھا کر ایک مربوط سیاسی نظام وضع کی جا سکے۔(40) قرآن وسنت نے کسی حکمرانی کے نمونہ کو لازمی قرار نہیں دیا جو اس کے ابدی اور آفاقی ہونے کا ایک مظہر ہے، کیونکہ کوئی بھی ماڈل زمان ومکان کی حدود کے پابند ہیں، ان کی شکلیں زمانے کے حالات اور سیاسی وسماجی تبدیلیوں کے ساتھ ہو سکتی ہیں، لہذا جو طرز حکومت بھی اپنایا جائے، پیمانہ یہ ہے کی انسانوں پر حکمرانی خدا خوفی، انصاف اور انسانیت کی بھلائی پر مبنی ہونی چاہئے۔(۴۱)

ڈاکٹر اسرار احمد جو نظام خلافت کے پر جوش داعی رہے ہیں وہ مختلف مروجہ نظام ہائے سیات اور ان کی ظاہری صورتوں کے بارے میں کہتے ہیں، خلافت کا نظام صدارتی نظام سے قریب تر ہے۔ پارلیمانی اور صدارتی نظام دونوں جائز ہیں وحدانی، وفاقی، کنفیڈرل پارلیمانی سب جائز ہیں، مزید کہتے ہیں دنیا میں کئی سیاسی نظام چل رہے ہیں وحدانی صدارتی، وفاقی صدارتی، کنفیڈرل صدارتی، پارلیمانی، وفاقی پارلیمانی اور کنفیڈرل پارلیمانی یہ چھ کے چھ جائز ہیں۔(۴۲)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد میں مجلس شوریٰ کی تقسیم دو حصوں کی تھی ایک حصہ کو مجلس شوریٰ خاص اور دوسری مجلس شوریٰ عام، عصر حاضر میں پارلیمانی طرز حکومت میں دو ایوان ہوتے ہیں ایک کو ایوان زیریں اور دوسرے کو ایوان بالا کہا جاتا ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے طرز حکومت کو دیکھیں تو آج کے پارلیمانی نظام سے کچھ مشابہت رکھتا ہے آپ بھی کسی مسئلہ پر عوام الناس سے مشورہ کرتے اس میں تمام صحابہ شامل ہوتے اور بعد میں کبار صحابہ سے مشورہ کرتے، اس کا اطلاق بھی ایوان زیریں اور ایوان بالا کے نام سے ہوتا ہے، اور دونوں پر مشتمل کو پارلیمنٹ یعنی مجلس شوریٰ کہا جاتا ہے۔

۲.۷.　جمہوریت کا اطلاق تین معنوں میں ہوتا ہے

وہ ریاست جس میں حاکمیت کا حق ریاست کے جمہور کو مانا جاتا ہے اور جہاں قانون کا مآخذ کوئی خاندان اور طبقہ یا نہیں ہوتا۔☆وہ طرز حکمرانی جس میں حکومت عوم کے منتخب نمائندون کی ہوتی ہے۔ موروثی طور پر کسی خانوادہ کی یا مخصوص طبقہ اور افراد کی نہیں، جمہوریت میں منتخب نمائندوں کا احتساب اور ان کو بدل دینے کا اختیار بھی رہتا ہے۔☆جمہوریت کچھ قدروں کا نام بھی ہے جس میں فکر وخیال کی آزادی، عقیدہ ومذہب، بنیادی حقوق کا تحفظ، قانون کی بالادستی، ہر ایک کے لئے ترقی کے یکساں مواقع شامل ہیں، اس طرح پہلے معنی میں تو جمہوریت اور اسلامی فکر میں کھلا تصادم

---

۴۰ حافظ سعد اللہ، **غیر مسلم حکومت کی اطاعت اور اس کے ساتھ تعلقات کے حدود وضوابط** (اسلام آباد: ادارہ تحقیقات اسلامی، فکر ونظر، جنوری، مارچ ۲۰۰۹ء)

۴۱ فکر ونظر، (اسلام آباد: ادارہ تحقیقات اسلامی، اپریل-جون ۲۰۰۸ء)۔

۴۲ ڈاکٹر اسرار احمد، **پاکستان میں نظام خلافت، امکانات خدوخال اور اس کے قیام کا طریقہ کار** (لاہور: انجمن خدام القرآن، ۱۹۴۹)، ۳۶

ہے، کیونکہ اسلامی طرز حکومت میں حاکمیت جمہور کی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی ہوتی ہے اور قانون کا مآخذ جمہور نہیں بلکہ کتاب وسنت ہوتے ہیں البتہ دوسرے دونوں معنوں کے اعتبار سے اسلام اور جمہوریت میں کوئی تصادم نہیں اور آج کی جمہوریت اور اسلامی فکر میں کوئی فرق نہیں اور اسی مناسبت سے اسلامی حکومت کو اسلامی جمہوریت کو اسلامی کہہ دیا جاتا ہے۔(۴۳)

اسلام نے اپنی تاریخ میں اپنا جمہوری مزاج برقرار رکھا اس نے اپنی لچک اور ناساز حالات میں بھی بنیادی قدروں کے تحفظ اور بدلتے معاشرتی احوال، سیاسی وتہذیبی تغیرات میں اپنی انفرادیت برقرار رکھنے کی صلاحیت کا غیر معمولی مظاہرہ کیا ہے مختلف نظام ہائے سیاست میں اسلام نے اپنے اقدار اور خصوصیات کو برقرار رکھا ہے۔☆قرآن کریم نے قدیم قوموں اور بادشاہوں کے بیان کو کئی جگہوں پر ملاء قوم کے نام سے ذکر کیا جس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ دور قدیم میں حکومت کے نظام کو چلانے کے لئے ذمہ دار افراد کا ایک ادارہ موجود رہا ہے، اسلام کی آمد سے قبل سرزمین مکہ میں دار الندوہ کے نام سے ایک ادارہ ملتا ہے، پارلیمنٹ کے حوالہ سے سب سے اہم پہلو جو اسلامی اصول سیاست سے مطابقت رکھتا ہے وہ نظام شورائیت ہے، پارلیمنٹ میں بحث وتمحیص کے نتیجہ میں عوام الناس کے لئے بہتر فیصلہ کیا جاتا ہے کیونکہ یہ مطابقت اس لئے کہی جاسکتی ہے کہ اہل اسلام کے امور مشاورت سے طے پانے کو پسندیدہ قراار دیا گیا ہے۔(۴۴)

خلیفہ اسلام کو ایک ڈکٹیٹر کی بجائے ایک عام معاشرہ کا فرد قرار دیا ہے جو عوام کے سامنے جوابدہ اور عام کی مرضی سے منتخب ہوتا ہے، حسن البناء، مصطفیٰ سباعی، راشد الغنوشی نے اسلامی ریاست کو جمہوری ریاست قرار دیا ہے، سید مودودی، سید قطب نے اسلامی ریاست کے رہنما کو اللہ کا نمائندہ قرار دیا ہے۔☆شوریٰ کے مشورہ کو ماننے یا نہ ماننے کا اختیار خلیفہ کو حاصل ہے اور جمہوریت میں یہی مرتبہ حکمران جماعت کے سربراہ کو حاصل ہے جس کی مرضی کے تابع کوئی قانون منظور نہیں ہوتا۔اسلام کے سیاسی نظام میں شوریٰ اللہ کی نمائندہ ہوتی ہے وہ کوئی قانون اللہ کے واضح احکامات کے خلاف منظور کرنے کی اجازت نہیں رکھتی۔جمہوریت ایک ایسا نظام مربوط کرتی ہے جو معاشی اور معاشرتی زندگی کے لئے باعث خیر ہوتا ہے اسلام نے اس معاملہ میں بہترین ضابطے اختیار کئے ہیں، جمہوریت کو معاشرہ کی فلاح کے لئے جن اعلیٰ اقدار اور اصولوں کی ضرورت ہوتی ہے وہ اسلام مہیا کرتا ہے اور دوسری اقوام کے تجربات اور طرز عمل کو اختیار کرنے کی اجازت دیتا جو اس کے اصولوں سے متصادم نہ ہوں۔☆اسلامی سیاسی فکر میں ووٹنگ اور انتخاب کے طریقہ کار سے ایجابی اور سلبی دونوں دائروں میں کام لیا جاسکتا ہے اس طریقہ کار سے اچھے حکمران اور اچھے نمایندے اقتدار میں لائے جاسکتے ہیں، ان کی غلطیوں اور نقصان سے بچنے کے لئے اور ان کو اسی طریقہ سے ہٹایا بھی جاسکتا ہے۔(۴۵)

جمہوریت میں کثرت رائے سے فیصلے کئے جاتے ہیں اہل علم اس کو برا سمجھتے ہیں لیکن اگر اس کو چند اصولوں سے مقید کردیا جائے تو پھر اسلامی فکر کے مطابق بنایا جاسکتا ہے۔ منصوص مسائل اور متفقہ مسائل میں کثرت کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا۔ مسائل اجتہادیہ میں جہاں ضرورت ہو اور انتظامی مسائل میں کثرت رائے کا اعتبار ہوسکتا ہے، دلائل کے اعتبار سے اقلیت کی رائے کو بھی اختیار کیا جاسکتا جیسے کسی مسئلہ میں غور خوض کے لئے کوئی

۴۳انصاری، ڈاکٹر عبد الحق، **سیکولرازم، جمہوریت اور انتخابات** (لاہور: الفیصل ناشران وتاجران کتب، ۲۰۱۵ء)، ۷-۶

۴۴فکر ونظر، (اسلام آباد: ادارہ تحقیقات اسلامی، اپریل-جون ۲۰۰۸ء)۔

۴۵ندوی، ڈاکٹر غطریف شہباز، **اسلامی سیاسی فکر جدید اسلامی فکر کے تناظر میں** (گوجرانوالہ: ماہانہ الشریعہ، جولائی، ۲۰۱۲ء)۔

کمیٹی بنادی جائے اور پھر کثرت رائے کا اعتبار اس کمیٹی کی سفارشات کی روشنی میں دیکھا جاسکتا ہے۔ کثرت رائے کو ختمی قرار دے دیا جائے تو اسلامی تعلیمات اور مقاصد شریعہ سے ہم اہنگ نہیں ہے۔(۴۶)

لیکن کثرت رائے کو دیکھا جائے تو بہت بری چیز نہیں ہے سنت سے اس کی مثال غزوہ احد کی دی جاسکتی ہے جب آپ نے کثرت رائے کی بنیاد پر مدینہ سے باہر نکل کر جنگ کا فیصلہ کیا تھا(۴۷) اس طرح آپ ﷺ کا ارشاد ہے:۔ **ان الشیطان مع الاحد وھو مع الاثنین ابعد** [۴۸] بے شک شیطان اکیلے کی نسبت دو سے زیادہ دور ہے۔ ☆مجالس شوریٰ کا انتخاب براہ راست بالغ رائے دہی کی بنیاد پر کیا جاسکتا ہے بظاہر شریعت میں اس کی گنجائش نکلتی ہے کیونکہ اس کے خلاف کوئی نص نہیں۔(۴۹) اگرچہ دور نبوی اور دور خلافت میں ووٹنگ کا طریقہ نہیں تھا لیکن الاصل فی الاشیاء اباحۃ کے ضمن میں ہم کہہ سکتے ہیں کی شریعت کی مصلحت بھی یہ ہے اور آمریت کا دروازہ بند کرنے کے لئے موجودہ دور میں انتخاب ہی بہتر طریقہ ہے۔(۵۰)

۸. خلاصہ بحث

اسلام کے شورائی نظام کو جمہوریت کے نظام کے ہم آہنگ قرار دیا جاسکتا ہے، جمہوریت کو پہلوؤں کی واضح جھلک اسلام کے سیاسی نظام میں نظر آتی ہے لیکن جمہوریت کا وہ پہلو جو اقدار کو نظر انداز کر کے انسان کو ہر طرح کی آزادی اور اظہار رائے میں اپنی خواہشات نفس کا تابع بنائے وہ اسلام کے سیاسی نظام سے مطابقت نہیں رکھتا جس طرح سیاسی نظام ملوکیت کا مخالف ہے اسی طرح اسلام جمہوریت کو جوں کا توں اختیار کرنا ناپسند کرتا ہے موجودہ دور میں مسلمان کوئی قابل ذکر سیاسی طاقت نہیں رکھتے لیکن اسلامی جمہوریت کے خدوخال کو نمایاں کیا جائے تو اس کے امکانات ہیں کہ ایک خالص اسلامی روحانی جمہوریت کی تصویر سامنے آسکے۔(۵۱)

کتابیات

ابولاکلام آزاد، **مسئلہ خلافت** (لاہور: مکتبہ جمال، ۲۰۱۰ء)۔

اردو دائرہ اسلامیہ، (لاہور: پنجاب یونیورسٹی)۔

انصاری، ڈاکٹر عبدالحق، **سیکولرازم، جمہوریت اور انتخابات** (لاہور: الفیصل ناشران وتاجران کتب، ۲۰۱۵ء)۔

البخاری، ابوعبداللہ، محمد بن اسماعیل، **الجامع الصحیح** (مصر: دار طوق النجاۃ، ۱۴۲۲ھ)۔

ترمذی، **سنن الترمذی** (مصر: مکتبۃ مصطفی، ۱۹۷۵ء)۔

---

۴۶ سعدی، مولانا سمیع اللہ، **اسلام میں جمہوریت کا فلسفہ**، ماہانہ الشریعہ، دسمبر، ۲۰۱۳۔

۴۷ مبارکپوری، **الرحیق المختوم**، ۳۴۳۔

۴۸ ترمذی، **سنن الترمذی** (مصر: مکتبۃ مصطفی، ۱۹۷۵ء)، رقم: ۲۱۶۶۔

۴۹ عثمانی، محمد تقی، **اسلام اور سیاسی نظریات**، ۲۳۳۔

۵۰ قاسمی، **اسلام کا سیاسی نظام**، ۵۳۔

۵۱ قاسمی، **اسلام کا سیاسی نظام**، ۲۹۷۔

حافظ سعد اللہ، **غیر مسلم حکومت کی اطاعت اور اس کے ساتھ تعلقات کے حدود وضوابط** (اسلام آباد: ادارہ تحقیقات اسلامی، فکر و نظر)۔

خالد علوی، **اسلامی معاشرتی نظام** (لاہور: الفیصل ناشران وتاجران کتب، ۲۰۱۵ء)۔

خورشید احمد، **اسلامی نظریہ حیات** (کراچی: شعبہ تصنیف وتالیف وترجمہ، ۱۹۶۳ء)۔

دھلوی، شاہ ولی اللہ محدث، **ازالۃ الخفاء** (کراچی: نفیس اکیڈیمی، س۔ن)۔

ڈاکٹر اسرار احمد، **پاکستان میں نظام خلافت، امکانات خدو خال اور اس کے قیام کا طریقہ کار** (لاہور: انجمن خدام القرآن، ۱۹۴۹)۔

راغب اصفہانی، **مفردات القرآن** (لاہور: شیخ شمس الحق، ۱۹۸۷ء)۔

سعدی، سمیع اللہ، **اسلامی جمہوریت کا فلسفہ** (گوجرانوالہ: ماہنامہ الشریعہ دسمبر ۲۰۱۳)۔

سعدی، مولانا سمیع اللہ، **اسلام میں جمہوریت کا فلسفہ**، ماہانہ الشریعہ، ۲۰۱۳۔

عبدالرحمان ابن خلدون، **مقدمہ ابن خلدون** (بیروت: دار الجیل، س۔ن)۔

علی بن محمد بن الماوردی، **الاحکام السلطانیہ** (بیروت: دار لاکتاب العربی، س۔ن)۔

قاسمی، مفتی محمد سراج الدین، **اسلام کا سیاسی نظام** (نئی دہلی: ایفا پبلیکیشنز، ۲۰۱۷ء)۔

کاندھلویؒ، مولانا محمد علی صدیقی، **معالم القرآن** (سیالکوٹ: ادارہ تعلیمات قرآن، ۱۴۴۲ھ)۔

المالکی، أحمد بن إدریس، **البروق فی انواع الفروق** (کراچی: دار الاشاعت، س۔ن)۔

مبارکپوری، مولانا صفی الرحمن، **الرحیق المختوم** (لاہور: المکتبہ السلفیہ شیش محل روڈ، ۲۰۱۰ء)۔

محمد بن محمد الزبیدی، **تاج العروس** (بیروت: دار الفکر، ۱۹۹۴م)۔

مسلم بن الحجاج، **صحیح مسلم** (بیروت: دار الجیل، س۔ن)۔

مودودی، سید ابوالاعلی، **اسلامی ریاست** (لاہور: اسلامی پبلیکشنز، شاہ عالمی مارکیٹ، ۲۰۱۴)۔

مودودی، **تفہیم القرآن** (لاہور: ادارہ ترجمان القرآن، ۱۹۴۹)۔

ندوی، ڈاکٹر غطریف شہباز، **اسلامی سیاسی فکر جدید اسلامی فکر کے تناظر میں** (گوجرانوالہ: ماہانہ الشریعہ، ۲۰۱۲ء)۔

ندوی، صفدر زبیر، **اسلام کا تصور آزادی**، (نئی دہلی: ایفا پبلیکیشنز، ۲۰۱۷ء)۔

یوسف صلاح الدین، **خلافت وملوکیت کی شرعی حیثیت** (لاہور: مکتبہ سلفیہ، ۱۹۷۰ء)۔

خلافت اور جمہوریت اور شخصی حکومت (ملوکیت، آمریت) تقابلی جائزہ

Khilafah and Democracy and Individual Government (Monarchy, Dictatorship): Comparative Review

Abdul Basit

University of Gujrat, Gujrat, Pakistan

Sajid Iqbal Sheikh

University of Management and Technology, Lahore, Pakistan

Muhammad Saqib Zafar

Institute of Discourse Perspectives, Pakistan

Abstract

In its true nature and spirit, Islam condemns aristocracy and dictatorship and favors consultancy and mutual consent. Freedom, equality, and equity are the basis of Islamic social dogma as perceived in the core sources of Islam. The debate of compatibility between Islam and democracy has taken many paradigms shifts in recent history. The concept of Khilafah in Islamic tradition and its implications in present circumstances is one of the hottest debates in academic and political circles of the Muslim perspective. This paper vividly confers this debate by analyzing the facts regarding contemporary perspectives of democracy and other concerned ones. This comparative approach may pave the path to describe and conclude that Islamic is compatible with democracy but with a clear stance on the revealed methodology.

Keywords: khilafat e jamhoor, aristocracy, political islam, conscious, islamic activism

۱. تمہید

اسلام انسانیت کو غلامی اور مطلق العنانی کے طوق سے نجات دلاتا ہے اور اسے امن وامان اور سکون واطمینان کی فضا میں رہنے کا موقع فراہم کرتا ہے، عدل ومساوات اور حریت کا درس دیتا ہے، دنیا کی خوشحالی اور آخرت کی کامیابی کی ضمانت دیتا ہے انسان کو تنگ دستی اور بدحالی سے نکالتا ہے ،بغض وعناد، دشمنی، عداوت اور جنگ وجدل سے دور رکھتا ہے اسے وسعت قلبی، کشادگی کی روشن راہ پر گامزن رکھتا ہے اخوت ومحبت شفقت وہمدردی کا سبق پڑھاتا ہے۔اللہ کے بندوں کو لوگوں کی بندگی سے نکال کر مالک حقیقی کی بندگی کی طرف لانا، دنیا کی تنگدستی سے نکال کر اس کی وسعت وکشادگی کی طرف لانا اور لوگوں کو ظلم وزیادتی سے نکا کر عدل وانصاف کی طرف لانا اسلام طرہ امتیاز ہے۔

۲. خلافت لغوی اور اصطلاحی تشریح

۲.۱. لغوی معنی

خلافت عربی زبان کے ان الفظ میں سے ہے، جن کو لغت میں عام معانی کے لئے استعمال کیا جاتا تھا لیکن قرآن حکیم نے اپنے خاص معنی میں استعمال کیا ہے۔(۱) عربی صرف میں جو ابواب مشتق ہوتے ہیں ان کی خاصیتوں سے ان کے معنی میں بھی تغیر واقع ہوتا ہے،اسی طرح عربی زبان

۱کاندھلویؒ، مولانا محمد علی صدیقی، **معالم القرآن** (سیالکوٹ: ادارہ تعلیمات قرآن، ۱۴۴۲ھ)، ۱:۱۹۱

وادب میں الفاظ کے تلفظ سے بھی کچھ نہ کچھ معانی میں تبدیلی واقع ہوتی ہے اگر ہم خلف **"سکون اللام"** استعمال کریں تو اپنے بڑوں کے طرز کے مخالف برائیوں میں مبتلا ہونے کا معنی دیتا ہے اور اگر **"بفتح اللام"** استعمال کریں تو بڑوں کے نقش قدم پر چلنے کا معنی دیتا ہے خلف، خلف اور خلیفہ تینوں الفاظ ایک دوسرے کے قائم مقام خلیفہ اور نائب بنتے ہیں۔(۲) **زبیدی** کی تحقیق ہے کہ خلافت مطلق خلافت کو نہیں کہتے بلکہ خلافت کی ذمہ داری کو کہتے ہیں۔(۳) امام راغب اصفہانیؒ اپنی کتاب مفردات میں اس لفظ کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: خلافت کسی دوسرے کی نیابت ہے خواہ منوب عنہ کے غائب ہونے کی وجہ ہو یا اس کی موت کے سبب ہو یا اس کے عجز کے سبب سے یا اس شخص کو بزرگی عطا کرنے کے لئے جیسے خلیفہ بنایا گیا ہو۔(۴) خلافت جانشینی اور قائم مقامی کے ساتھ نیابت اور نیابتی حکومت کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے اسی طرح خلیفہ بھی جانشین اور قائم مقام کے ساتھ نائب اور نیابتی حکومت کے سربراہ کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔

۲.۲ اصطلاحی معنی

امام ماوردی نے خلافت کی تعریف اس طرح کی ہے:۔ امامت یعنی اسلامی حکومت دین اسلام کی حفاظت اور دنیا کی اصلاح وتدبیر اور نظم ونسق چلانے میں نبی کریم ﷺ کی نیابت کے لئے بنائی جائے۔(۵) ابن خلدون خلافت کی تعریف کچھ یوں کرتے ہیں:۔ خلافت در حقیقت دین کی حفاظت اور دین کے ذریعہ دنیا کی اصلاح وتدبیر اور نظم ونسق چلانے میں صاحب شریعت نبی کریم ﷺ کی نیابت کا نام ہے۔(۶) شاہ ولی اللہ خلافت کو یوں بیان کرتے ہیں:۔ خلافت وہ عمومی ریاست ہے جو اقامت دین کی جانب عملی اعتبار سے متوجہ رہتی ہو۔(۷) قرآن حکیم نے خلافت(۸) استخلاف(۹) اور خلیفہ(۱۰) کا تذکرہ کیا ہے، فرماں روائی کے لئے علم، حکمت، اختیار اور ارادہ جیسی صفات کا ہونا ضروری ہے کیونکہ ان کے بغیر زمین اور اس کی موجودات پر فرماں روائی نہیں ہوسکتی قرآنی اشارات سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کو جس خلافت سے سرفراز کیا گیا ہے وہ دراصل خلافت

---

۲ المالکی، أحمد بن إدريس، **البروق فی انواع الفروق**(کراچی: دارالاشاعت، س۔ن)،۲۱۸

۳ محمد بن محمد الزبیدی، **تاج العروس**(بیروت: دارالفکر، ۱۹۹۴م)،125: ۱۹۲۔

۴ راغب اصفہانی، **مفردات القرآن**(لاہور: شیخ شمس الحق، ۱۹۸۷ء)، ۲۹۴۔

۵ علی بن محمد بن الماوردی، **الاحکام السلطانیہ**(بیروت: دار لاکتاب العربی، س۔ن)، ۲۹۔

۶ عبدالرحمان ابن خلدون، **مقدمہ ابن خلدون**(بیروت: دارالجیل، س۔ن)، ۲۱۱۔

۷ دھلوی، شاہ ولی اللہ محدث، **ازالۃ الخفاء**(کراچی: نفیس اکیڈیمی، س۔ن)، ۲۔

۸ البقرہ، ۲: ۳۰۔

۹ النور، ۲۴: ۵۵۔

۱۰ ص، ۳۸: ۲۶۔

الٰہیہ ہے اللہ نے انسان کو بہترین ساخت پر پیدا کیا ہے اس میں روح پھونکی(۱۱)، اس کو علم کی نعمت سے مالا مال کیا ہے۔(۱۲) آسمانوں اور زمین کی ساری چیزوں کو اس کا تابع بنایا ہے۔(۱۳)

ان صفات کے ساتھ انسان کی تخلیق ہوئی، انسان کو سجدہ کرنے کا حکم اس لئے دیا گیا کہ اللہ نے انسان کو اپنے ہاتھوں سے پیدا کیا یعنی انسان قدرت الٰہیہ کا مظہر ہے اس شاندار صفات کے ساتھ انسان کا وجود خلیفہ کے طور پر متمکن ہوا اور جب فرشتوں نے اپنے تحفظات کا اظہار کیا تو اللہ نے ان کے سامنے سب سے افضل صفت یعنی علم کا مظاہرہ کرایا اس طرح خلافت کے لئے انسان کی اہلیت ثابت کر دی اور فرشتوں نے انسان کے مرتبہ کو تسلیم کیا اور سجدے میں پڑ گئے مگر شیطان نے اس کی خلافت ماننے سے انکار کر دیا اس لئے اسے راندہ درگاہ کر دیا گیا۔(۱۴) قرآن نے خلافت کو امانت بھی قرار دیا ہے، اللہ تعالیٰ نے انسان کو اطاعت و معصیت کی جو آزادی بخشی ہے اور اس آزادی کو استعمال کرنے کے لئے اپنی بے شمار مخلوقات پر تصرف جو اختیارات عطا کئے ہیں ان کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ انسان خود اپنے اعمال کا ذمہ دار قرار پائے اور اپنے صحیح طرز عمل پر اجر اور غلط طرز عمل پر سزا کا مستحق بنے، یہ اختیارات چونکہ انسان نے خود حاصل نہیں کئے بلکہ اللہ نے اسے دئے ہیں اور ان کے صحیح و غلط استعمال پر وہ اللہ کے سامنے جوابدہ ہے، خلافت کا مفہوم امانت (۱۵) کا لفظ واضح کر دیتا ہے اور یہ دونوں لفظ نظام عالم میں انسان کی صحیح حیثیت پر روشنی ڈالتے ہیں انسان زمین کا فرماں روا ہے یہ فرماں روائی اللہ کی طرف سے تفویض کردہ ہے اور ان ختیارات کو امانت سے تعبیر کیا ہے۔(۱٦)

۳. قیام خلافت کا وجوب

۳.۱ قرآن سے دلیل

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَن تُؤَدُّوا الأَمَانَاتِ إِلَى أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُم بَيْنَ النَّاسِ أَن تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ إِنَّ اللَّهَ نِعِمَّا يَعِظُكُم بِهِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ سَمِيعًا بَصِيرًا يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا أَطِيعُوا ٱللَّهَ وَأَطِيعُوا ٱلرَّسُولَ وَأُولِي ٱلْأَمْرِ مِنكُمْ ۖ فَإِن تَنَٰزَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى ٱللَّهِ وَٱلرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِٱللَّهِ وَٱلْيَوْمِ ٱلْءَاخِرِ ۚ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا (۱۷) اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں ان کے حق داروں کو ادا کرو اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو خوب بات ہے یہ جس کی اللہ تمہیں نصیحت کرتا ہے بے شک اللہ سننے والا دیکھنے والا ہے۔ اے ایمان والو اللہ کی اطاعت کرو، رسول کی اطاعت کرو، اور اپنے ارباب حل عقد، ذمہ دار اور سربراہ کار کی، سو اگر کسی امر میں اختلاف رائے واقع ہو تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹاؤ، اگر اللہ اور روز قیامت پر ایمان رکھتے ہو، یہ طریقہ بہتر اور اچھا ہے۔

۱۱السجدہ، ۳۲: ۹۔

۱۲البقرہ، ۲: ۳۱۔

۱۳الجاثیہ، ۱۳: ۴۵۔

۱۴البقرہ، ۲: ۳۱-۳۲۔

۱۵الاحزاب، ۳۳: ۷۲۔

۱٦مودودی، سید ابوالاعلی، **اسلامی ریاست** (لاہور: اسلامی پبلیکشنز، شاہ عالمی مارکیٹ، ۲۰۱۴)، ۲۱۲۔

۱۷النساء، ۴: ۵۹۔

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے امانت کی ادائیگی کا حکم دیا ہے اور خلیفہ کا انتخاب بھی ایک امانت ہے جس کی ادائیگی امت پر واجب ہے اسی طرح آیت کے اندر اولی الامر کی اطاعت کا حکم ہے جو سربراہ ریاست کی تقرری سے ہی عملی شکل اختیار ہو گی۔

۳.۲. سنت سے دلیل

حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: **السمع والطاعة على المرء المسلم فيما احب وكره مالم يؤمر بمعصية فاذا امر بمعصية لا سمع ولا طاعة**[۱۸] خلیفہ کی بات سننا اور ماننا مسلمان پر فرض ہے جب تک کہ اسے گناہ کرنے کا حکم نہ دیا گیا ہو جب اسے گناہ کا حکم دیا جائے تو پھر نہ سننا جائز ہے اور نہ ماننا جائز ہے۔ اس حدیث میں خلیفہ کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے اور خلیفہ کا وجود اس کی تقرری سے ہو گا لہذا تقرری اور اطاعت دونوں واجب ہیں کیونکہ جس کی تقرری واجب نہ ہو تو اس کی اطاعت کیسے واجب ہو گی۔ چنانچہ اس پتہ چلتا ہے کہ خلافت کا قائم کرنا واجب ہے تاکہ مسلمان خلیفہ اور اس کے مقرر کردہ امراء و حکام کی اطاعت کے وجوب کو اللہ اور اس کے رسول کے حکم سے سر انجام دے سکیں اور یہ واضح ہوتا ہے کہ حکام کی اطاعت کے وجوب کا حکم ان کی تقرری کے وجوب پر مرتب ہوتا ہے۔

۳.۳. اجماع سے دلیل

خلیفہ کی تقرری پر صحابہ کا اجماع ہے چنانچہ نبی کریم ﷺ کے وصال کے بعد سب نے اتفاق رائے سے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کو تسلیم کیا اور نبی کریم ﷺ کی تجہیز و تکفین پر خلیفہ کے انتخاب کو مقدم رکھا اگر خلیفہ کی تقرری واجب نہ ہوتی تو صحابہ کرام ایسا نہ کرتے۔

۳.۴. عقلی دلیل

عقل اس بات کو مانتی ہے کہ انسان کو تبھی کامیابی ملتی ہے جب وہ کسی ضابطہ کے تعین اور مقصد کے حصول کے لئے درست سمت اختیار کرتا ہے کتاب و سنت کی تنفیذ اور دنیاوی معاملات کو منظم و مرتب کرنے کے لئے کے لے ایک امام کی ضرورت ہو گی، لہذا خلیفہ کی تقرری ضروری ہے۔

۴. خلافت کے خصائص

۴.۱. اقتدار اعلیٰ

خلافت میں اقتدار اعلیٰ اللہ تعالیٰ کے لئے ہے اور وہی قانون سازی کا مرجع اور اسی کی نازل کردہ شریعت یعنی صرف قرآن و سنت کی نصوص سب پر حاکم ہیں، حاکمیت مطلقاً اللہ تعالیٰ کی ہے، اسلام میں مذہب زندگی کا ایک ضمیمہ نہیں بلکہ پوری زندگی پر حاوی ہے وہ اللہ اور بندے کے تعلق کے ساتھ ساتھ انسان کے انسان کے تعلقات سے بھی بحث کرتا ہے، انسان اور کائنات کے تعامل پر بھی بحث کرتا ہے اور حاکمیت الٰہیہ کا لازمی تقاضہ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت بھی ہے۔ (۱۹)

۱۸ البخاری، ابو عبداللہ، محمد بن اسماعیل، **الجامع الصحیح** (مصر: دار طوق النجاۃ، ۱۴۲۲ھ)، رقم: ۷۱۴۴۔

۱۹ قاسمی، مفتی محمد سراج الدین، **اسلام کا سیاسی نظام** (نئی دہلی: ایفا پبلیکیشنز، ۲۰۱۷ء)، ۲۴۷۔

۴.۲. شورائیت

سربراہ مملکت کا تقرر پوری امت کی جانب سے منتخب کردہ افراد مشورہ سے معاملہ کو قطعی شکل دیں گئے قرآن حکیم میں ارشاد ہے **وشاورھم فی الامر** اس نص سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مسلمانوں کے معاملات شورائی نظام سے طے ہونے چاہئے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو اپنے اصحاب سے مشورہ کرنے کا حکم دیا تو آپ کی اقتداء کرتے ہوئے مسلمان اپنے معاملات میں مشورہ کریں گئے، اس سے معلوم ہوا کہ مشترک معاملات میں ایک شخص کی رائے سے فیصلہ کرنا اور دوسرے افراد کی رائے کو نظر انداز کرنا زیادتی ہے مشترکہ معاملات میں من مانی کرنے کا حق نہیں بلکہ اسلام کے اصول شوریٰ کی نوعیت اور ماہیت کو مدنظر رکھنا ضروری ہوگا۔(۲۰)

۴.۳. اجتماعی عدل کا قیام

نظام خلافت میں تمام شہریوں کو عدل وانصاف کا برابر حق ہے، حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر نبی کریم ﷺ تک تمام انبیاء کا مبعوث ہونا عدل وانصاف اور حق کی سربلندی کے لئے تھا قرآن کی مختلف سورتوں کا مطالعہ یہ بتلاتا ہے کہ انصاف قائم کریں، لوگ انصاف پر قائم رہیں، گواہی نہ چھپائیں اللہ کے حکموں کی تابعداری کریں حق اور سچ بیان کریں۔(۲۱)

۴.۴. مساوات

یہ اسلام کا فلسفہ ہے کہ اس نے تمام انسانوں کو بحیثیت انسان ایک جیسا قرار دیا ہے ذات، پات،، امیر غریب، کالے گورے جیسی توہمات کو ایک جھٹکے سے زمیں بوس کر دیا، مساوات کا معنی یکسانیت ہے نظام خلافت میں مساوات صرف قائم نہیں کی جاتی بلکہ اسے ریاست پالیسی اور اصول کے طور پر نافذ کیا جاتا ہے، تمام شہریوں کو خواہ مسلم ہوں یا غیر مسلم ہوں بنیادی ضروریات میں مساویانہ ضمانت دے گی۔(۲۲) قانون کی تنفیذ میں بھی مساوات قائم رکھنا(23)اور معاشرتی اعتبار سے برابری بنا کر رکھنا اور تقسیم زر میں کوئی امتیاز روا نہ رکھنا نظام خلافت کا امتیاز ہے۔(۲۴)

۴.۵. حقوق انسانی کا تحفظ

خلافت کے نظام کی ایک منفرد شان ہے کہ تمام انسان ایک ہی جیسے حقوق رکھتے ہیں کسی قسم کا تفاوت نہیں اسلام ہی ہے جس نے انسانی حقوق کو مفصل اور وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے یہ حقوق دائمی اور جغرافیائی حدبندیوں سے آزاد اور زمان ومکان کی قیود سے ماوراء ہیں جہاں انسان ہوگا وہاں عظمت انسانی ہوگی جہاں عظمت انسانی ہوگی وہاں حقوق ہوں گے(۲۵)

---

۲۰ مودودی، **اسلامی ریاست**، ۶۵۶-۶۵۷۔

۲۱ مودودی، **تفہیم القرآن** (لاہور: ادارہ ترجمان القرآن، ۱۹۴۹)، ۲: ۵۶۵۔

۲۲ خورشید احمد، **اسلامی نظریہ حیات** (کراچی: شعبہ تصنیف وتالیف وترجمہ، ۱۹۶۳ء)، ۴۹۶۔

۲۳ البخاری، **الجامع الصحیح**، ۴: ۲۱۱۹۔

۲۴ خالد علوی، **اسلامی معاشرتی نظام** (لاہور: الفیصل ناشران وتاجران کتب، ۲۰۱۵ء)، ۳۰۳۔

۲۵ مودودی، **تفہیم القران**، ۱: ۶۴۔

۴.۶. آزادی اظہار

نظام خلافت ایسی کوئی قد غن نہیں لگاتا جس سے انسان کے جذبہ آزادی کو کچلا جائے لیکن یہ آزادی صرف اسی حد تک آزادی تصور ہو گی جو انسانی زندگیوں کے لئے نقصان اور فساد کا ذریعہ نہ بنے، اسلام میں آزادی اظہار کا تصور پابندی اور جوابدہی سے مربوط ہے اور اخلاقیات سے اگر نظام کو مربوط نہ کیا جائے تو معاشرے میں بداخلاقی اور بدعنوانی در آتی ہے۔(۲۶)

نبی کریم ﷺ کے بعد خلافت اپنے خصائص و نتائج کے اعتبار سے دو بڑے سلسلوں میں منقسم ہو گئی، خود آنحضرت ﷺ نے نہ صرف ان کی پیشتر سے خبر دی تھی بلکہ تمام علائم و خصائص صاف بیان کر دیئے تھے اس بارے میں جو احادیث موجود ہیں وہ کثرت طرق، شہرت متن، قبول طبقات کی بناپر حد تواتر تک پہنچ چکی ہیں۔ پہلا سلسلہ خلافت خلفائے راشدین مہدیین کا تھا جن کی خلافت منہاج نبوت پر تھی یعنی وہ صحیح و کامل معنوں میں منصب نبوت کے جانشین اور قائم مقام تھے، ان کا طریق نبوت کے مطابق تھا اس لئے عہد نبوت کا ایک جزو تھا۔ دوسرا سلسلہ خلافت منہاج نبوت سے الگ مجرد حکومت کا تھا، جب عجمی بدعتیں خالص اسلامی و عربیت تمدن سے مل کر ایک نیا دور شروع کر رہی تھیں یہ سلسلہ خلافت بعد کی خلافتوں کے مقابلے میں پہلے سلسلے سے اقرب تھا لیکن خلافت راشدہ کے حقیقی خصائص ناپید ہو گئے تھے خلفائے بنی امیہ سے لے کر آج تک جو سلسلہ خلافت اسلامیہ وہ دوسری قسم میں داخل ہے، آحادیث میں پہلے سلسلہ کو بوجہ غلبہ طریق ہدایت و نبوت خلافت کے لفظ سے اور دوسرے کو بوجہ غلبہ سیاست و شخصیت بادشاہت کے لفظ سے بھی تعبیر کیا گیا ہے۔ **الخلافة بعدی ثلاثون عاماً ثم ملک بعد ذالک**، اور ایک حدیث میں ہے الخلافۃ بالمدینہ والملک بالشام، ایک حدیث میں تین دور بتلائے گئے ہیں **نبوة ورحمة ثم خلافة ورحمة وفی لفظ خلافة علی منهاج النبوة ثم یکون ملک عضوض**۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسی نسبت کہا تھا ہم نے عہد ملوکی پر قناعت کر لی۔

آخری حدیث کے مطابق تین دور ہیں عہد نبوت و رحمت، عہد خلافت و رحمت، عہد بادشاہی و فرمانروائی، پہلا دور نبی کریم ﷺ کی وفات پر ختم ہو گیا، دوسرا دور عہد نبوت کا تتمہ اور لازمی جزو تھا جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر ختم ہو گیا، اس کے بعد مجرد عہد بادشاہی و استبدادی شروع ہوا جو آج تک جاری ہے اس دور کی بھی بہت سی مختلف شاخیں علیحدہ علیحدہ احادیث میں بتلائی گئی تھیں اور وہ سب ٹھیک ٹھیک ظہور میں آئیں نبوت کی برکات کی محرومی کا ایک تدریجی تنزل تھا اور بدعات کے ظہور کی ایک تدریجی ترقی ہوئی۔ **کالحصیر عوداً عوداً**۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت سے شروع ہوئی اور جس قدر عہد نبوت سے دوری بڑھتی گئی اتنی ہی عہد نبوت اور خلافت کی سعادتوں سے امت محروم ہوتی گئی یہ محرومی صرف خلافت کے معاملہ میں نہیں ہوئی بلکہ امت اساسات سے لے کر شخصی، اجتماعی، اعتقادی، عملی سب کا یہی حال ہوا۔ احادیث میں نہایت کثرت کے ساتھ اسلام کے آخری دور کی بھی خبر دی گئی ہے جو اپنے برکات کے اعتبار سے دور اول کی خصائص تازہ کر دے گا اور جس کا حال یہ ہو گا کی **لایدری اولها خیراً ام اخرها**، نہیں کہا جا سکتا کہ امت کی ابتداء زیادہ کامیاب تھی یا اس کا اختتام، یہی وہ آخری زمانہ ہو گا جب اللہ کا اعلان اپنے کامل معنوں

---

۲۶ ندوی، صفدر زبیر، **اسلام کا تصور آزادی**، (نئی دہلی: ایفا پبلیکیشنز، ۲۰۱۷ء)، ۱۱۸۔

پورا ہو گا، لیظھرہ علی الدین کلہ ولو کرہ المشرکون (۲۷) یہی وجہ کہ مایوسیوں اور نامرادیوں کی اس عالمگیر تاریکی میں بھی جو آج چاروں طرف پھیلی ہوئی ہے، ایک مومن قلب کے لئے روشنیاں برابر چمک رہیں ہیں۔ (۲۸)

۵. جمہوریت

جمہوریت کا لفظ جمہور سے وضع کیا گیا ہے جس کا معنی ہے آدمیوں کا مجموعہ ،انسائیکلوپیڈیا برٹینکا کے مقالہ نگار کے مطابق، ایک ایسی طرز حکومت کا نام ہے جسے اپنے ہی لوگ چلا رہے ہوں اور جدید تر عمل کی رو سے آزاد انتخابی اور نمائندہ اداروں کے انتظام میں ہو اور اس کی ہیئت حاکمہ قوم کے سامنے جواب دہ ہو۔ ([29]) جمہوریت ایک ایسی حکومت ہوتی ہے جس میں ریاست کے حاکمانہ اختیارات قانونی طور پر پورے معاشرہ کو حاصل ہوتے ہیں۔ جمہوریت کا لفظ آمریت، مطلق العنانیت، اور ملوکیت کے نظام کے خلاف ایک نظام حکومت کی اصطلاح کے طور پر اختیار کیا جاتا ہے۔ جمہوریت کا نظری اور عملی ارتقاء اور اس کی نوعیت، دائرہ عمل میں تبدیلی ہوتی رہی کہیں شہریوں کی براہ راست حکومت کا اصول اختیار کیا گیا، کہیں آزادی و مساوات کو اہمیت دی گئی اور کبھی معاشی انصاف کو مطمع نظر بنایا گیا اسی طرح جمہوریت بتدریج مختلف شکلیں اختیار کرتی اپنے لئے مسلمہ اصول بنا سکی لیکن یہ ایک بدیہی حقیقت ہے کہ ابھی تک جمہوریت کا مکمل نمونہ نہیں پیش کیا جا سکا مختلف شکلیں آج بھی موجود ہیں، مختلف نظام ہائے سیاست کو جمہوریت کہا جاتا ہے، ہر ایک مملکت اپنی ملکی اور قومی، بعض اوقات بین الاقوامی ضرورت کے مطابق جمہوریت میں قطع و برید کرتی ہے اور اسے عین جمہوریت قرار دیتی ہے اسی طرح آج کی دنیا جمہوریت کا راگ الاپتی ہے، لیکن اس بات کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ ہر مذہب کے ماننے والے اپنی مذہبی روایات کے تناظر میں جمہوریت کی تعریف و توصیف میں رطب اللسان رہتے ہیں۔

۵.۱. جمہوریت کے خصائص

۵.۲. عوام کی حاکمیت

جمہوریت کا بنیادی اور اساسی نظریہ عوام کی حاکمیت اور خود مختاری کا تصور ہے کسی بھی ریاست کے عوام کو اپنے نمائندے اپنی مرضی کے قوانین بنانے اور من پسند افراد کو چننے اور اپنی خواہشات کے مطابق اپنے ملک کو چلانے کا حق اور اختیار ہے۔

۵.۳. عوامی نمائندوں کا تصور

ریاست کے ہر فرد کو کیونکہ ملکی معاملات میں شریک کرنا ناممکن ہوتا ہے لہذا عوامی نمایندوں کو کثرت کی بنیاد پر منتخب کیا جاتا ہے تاکہ پارلیمنٹ کی صورت مین عوامی نمائندگی کا فریضہ سرانجام دیں۔

۵.۴. مقننہ کے اختیارات

جمہوریت میں پارلیمنٹ عوام کی نمائندگی کرتی ہے اس لئے اسے لامحدود اختیارات اور سپریم اور طاقت ور ادارہ

---

۲۷ التوبہ، ۹: ۳۳۔

۲۸ ابوالکلام آزاد، **مسئلہ خلافت** (لاہور: مکتبہ جمال، ۲۰۱۰ء)، ۲۴-۲۳۔

۲۹ اردو دائرہ اسلامیہ، (لاہور: پنجاب یونیورسٹی)، ۷: ۴۳۱

ہو تا جو ارکان پارلیمنٹ مین اکثریت کی بنیاد پر ملک میں قانون سازی، قانون میں تبدیلی کا مجاز ہوتا ہے۔

۵.۵.   آئین کی بالادستی

جمہوریت مین آئین کو بالادستی حاصل ہوتی ہے، آئین کو انتہائی تقدس اور عظمت کا درجہ دیا جاتا ہے ملک میں کوئی بھی شخص خلاف آئین کام نہیں کر سکتا اور ملکی تنازعات میں اسے اس ایک فیصلہ کن حیثیت حاصل ہے۔

۵.۶.   سیاسی مساوات کا تصور

جمہوریت میں ہر بالغ فرد رائے دینے کا اہل تصور کیا جاتا ہے تعلیم یافتہ، جاہل، مرد، عورت، دیہی، شہری جملہ تمام افراد کے ووٹ کی یکساں اہمیت ہوتی ہے۔

۵.۷.   کثرت رائے کا تصور

جمہوری نظام میں ووٹنگ ہو یا قانون سازی ہو تمام فیصلے اکثریت کی بنیاد پر کئے جاتے ہیں، اکثریت کے فیصلے سے روگردانی جمہوریت کے بنیادی تصور سے انحراف سمجھا جاتا ہے۔

۵.۸.   آزادی

اپنے نظریات اور رائے کے اظہار کی مکمل آزادی ہوتی ہے اور اسے جمہوریت کے بنیادی اصول قرار دیا جاتا ہے، ریاست کی نظر میں ہر ایک کو اپنے مذہب پر عمل، تبلیغ اور اشاعت کا مکمل اختیار ہوتا ہے ریاست افراد کے درمیان، جنس، مذہب کی کوئی تفریق روا نہیں رکھی جاتی۔

۵.۹.   لامذہب ریاست

مغربی جمہوریت پوری طرح سیکولرازم کی بنیاد پر کھڑی ہے، سیکولرازم کا کامعنی ہے کہ مذہب کوئی بھی ہو ریاستی معاملات اور امور میں قطعاً دخل اندازی نہیں کرئے گا، ریاست کے قوانین مذہبی بنیاد پر نہیں بنائے جائیں گے۔(۳۰)

۶.   ملوکیت و آمریت

آمریت کا لفظ آمر سے مشتق ہے جس کا معنی اپنی حیثیت کو منوانا اور اقتدار حاصل کرنے کے بعد اپنی حکومت کو قائم کرنا، ایک بڑی جماعت کا ایک شخص کی سربراہی میں پولیس، فوج، کی مدد سے ملک کے وسائل پر قبضہ کرنا نظریہ آمریت کہلاتا ہے۔(۳۱) ملوکیت کے معنی شخصی حاکمیت کے ہیں یعنی ایک ایسا نظام جس میں ایک شخص طاقت کے زور پر اقتدار حاصل کرتا ہے اور عوام کو اپنا حاکم ماننے پر مجبور کرتا ہے، ملوکیت کا مقصد اغراض اور خواہشات نفسانی کا پابند بنانا ہے، سیاسی ملوکیت کا مقصد عقلی نقطہ نظر منفعتیں کرنا اور دفع ضرر کرنا ہے اور خلافت کا مقصد لوگوں کو شریعت کے مطابق ڈھالنا ہے۔ ملوکیت، آمریت، استبدادیت اس نظام حکومت کا نام ہے جو حاکم کی ذاتی خواہشات اور اغراض کو پورا کرنے کا نام ہے، معقولیت اور

۳۰ سعدی، سمیع اللہ، **اسلامی جمہوریت کا فلسفہ** (گوجرانوالہ: ماہنامہ الشریعہ دسمبر ۲۰۱۳)
۳۱ جامع اردو انسیکلوپیڈیا (ناشر: شیخ نیاز احمد)، ۱: ۳۱

دلیل وحجت کی جگہ لوگوں کے ساتھ تشدد کا معاملہ کیا جاتا ہے وحشیانہ رویہ اختیار کیا جاتا ہے سارے وسائل کو حاکم اپنی ذاتی ملکیت تصور کرتا ہے۔اس قسم کے نظام کی قباحت کو قرآن حکیم نے بیان کیا ہے ان الملوک ازا دخلوا قریة افسدوھا وجعلوااعزة اھلھا اذلة ولکذ لک یفعلون بادشاہ جب کسی ملک مین گھس آتے ہیں تو اسے خراب اور اس کے عزت والوں کو ذلیل کر دیتے ہیں اور یہی کچھ وہ کریں گئے۔اسی طرح اسلام آمریت اور استبدایت کی بھی مخالفت کرتا ہے جس مین مطلق العنان حاکمیت کے اختیارات حاصل ہوتے ہیں، تحلیل وتحریم کے مالک بن بیٹھتے ہیں، فرائض منصبی کو بھلا کر مال ودولت کے پجاری بن جاتے ہیں۔(۳۲)

۶.۱. شخصی حکومت(ملوکیت وآمریت)کی اسلامی مطابقت

بعض اسلامی سیاسی مفکرین خلافت کے علاوہ کسی بھی نظام کو مبنی بر حق نہیں سمجھتے،اسی طرح بعض صاحبان علم شخصی حکومت جو کسی بھی نام سے معروف ہو، کو ایک دوسری نظر سے دیکھتے ہیں اور قرآن حکیم کی مختلف آیات کی روشنی میں بیان کرتے ہیں کہ چند شرائط کے ساتھ شخصی حکومت(ملوکیت،آمریت) بھی اسلام کے نقطہ نظر بعینہ جائز ہے۔حضرت داؤد علیہ السلام ایک ہی وقت میں خلیفہ بھی تھے اور بادشاہ بھی قرآن حکیم میں ارشاد ہوا ہے یا داؤد انا جعلنک خلیفة فی الارض اے داوڈ ہم نے تمہیں دنیا میں خلیفہ بنایاوقتل داؤد جالوت واٰتٰه الملک ولحکمة اور داؤد نے جالوت کو قتل کیا اور اللہ نے اس کو سلطنت اور دانائی عطا کی وسددنا ملکه واٰتینٰه الحکمة وفصل الخطاب ہم نے ان کی سلطنت کو استحکام بخشا تھا اور انہیں دانائی اور فیصلہ کن گفتگو کا سلیقہ عطا کیا تھا۔جب نظام حکومت کا پہلو اجاگر کرنا مقصوسد تھا کہ وہ حق کے ساتھ فیصلے کریں اور خواہشات کی پیروی نہ کرین توان کے لئے خلیفہ کا لفظ استعمال کیا گیا اور جب اقتدار، سلطنت، بادشاہی، حکومت کی طرف اشارہ مقصود تھا تو ملک کا لفظ استعمال کیا گیا،اس معلوم ہوا ملوکیت(شخصی حکومت)فی نفسہ مزموم نہین جیسا کہ مغربی جمہوریت سے متاثر لوگ محسوس کرتے ہیں، ہاں اگر بادشاہ اللہ کی فرمانبرداری کی بجائے سرکشی کی راہ اختیار کرئے تو ملوکیت ایک مزموم چیز بن جاتی ہے فرعون، نمرود، شداد،، ہامان اسی قسم کے بادشاہ تھے ایسی ہی مطلق العنان اور حکومت کو مذموم قرار دیا گیا ہے۔نبی کریم ﷺ نے شاہ فارس کو پیغام بھیجا اگر تم مسلمان ہو جاؤ تو جو کچھ تمہارے ماتحت ہے اسے تمہارے لئے برقرار رکھوں گا قوم گا۔(۳۳)

ان حوالہ جات سے واضح ہے کہ بادشاہت فی نفسہ بری چیز نہیں ہے،جو بادشاہ اللہ کو قانون ساز تسلیم کرئے پھر اس کے احکام پر خود بھی چلے اور لوگوں پر بھی ان احکام کو نافذ کرئے تو یقیناً وہ امیر اور خلیفۃ المسلمین کے حکم میں ہے۔صحابہ کرام اور تابعین کے بہترین دور میں مسلمانوں نے بنی امیہ اور بنی عباس کے حکمرانوں کی بیعت کی ان کی غلط بات کا انکار کیا لیکن جماعت اور امیر جماعت سے الگ نہ ہوئے،سنت سے اگر دلیل بنائیں تو معلوم ہوتا ہے نبی کریم ﷺ نے کس طرح کی ہدایات فرمائیں۔نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:۔تم پر امیر ہوں گے ان کے بعض کام تم اچھے سمجھو گے اور بعض کچھ کو برا سمجھو گے جس نے ان کی غلط بات کا انکار کیا وہ بری ہو اور جس نے ان کی بری بات کو مکروہ جانا وہ سالم رہا اور لیکن جو انکی بری بات پر راضی ہوا اوع ان کی پیروی کی وہ نقصان میں رہا صحابہ نے عرض کی کیا ہم ان سے لڑائی نہ کریں فرمایا نہیں جب تک وہ نماز پڑھیں۔(۳۴) نبی کریم

---

۳۲ قاسمی، **اسلام کا سیاسی نظام**، ۶۰

۳۳ مبارکپوری، مولانا صفی الرحمن، **الرحیق المختوم** (لاہور: المکتبہ السلفیہ شیش محل روڈ، ۲۰۱۰ء)۴۸۸۔

۳۴ مسلم بن الحجاج، **صحیح مسلم** (بیروت: دارالجیل، س۔ن)، رقم:۱۸۵۳۔

ﷺ نے ارشاد فرمایا:۔ جو شخص اپنے امیر میں کوئی ایسی چیز دیکھے جس کو وہ مکروہ سمجھتا ہے پس چاہئے کہ وہ صبر کرئے کیونکہ جو شخص جماعت سے ایک بالشت بھی جدا ہوا اور اس حال میں مر گیا تو وہ جاہلیت کی موت مرئے گا۔(۳۵)

اسلام میں اصل مطاع اور قانون ساز اللہ ہے، خلیفہ کا منصب اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ وہ اللہ کے حکم کا پابند اور اس کو نافذ کرنے والا ہوتا ہے۔ اگر دیکھا جائے تو عمر بن عبد العزیز اصطلاحی طور پر بادشاہ ہی تھے کیونکہ وہ طریقہ ولی عہد سے بادشاہ بنے تھے۔(۳۶) حالانکہ تمام مفکرین اسلام حضرت عمر بن عبد العزیز کے عہد کو ایک مثالی اور شاندار قرار دیتے ہیں۔ **ابن خلدون کی رائے** ہے کہ خالص خلافت اسلام کے صدر اول میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عہد تک رہی ہے اس کے بعد خلافت، ملوکیت بن گئی لیکن خلافت کا مفہوم یعنی دین کے اصولوں پر عمل کرنا اور راہ حق پر چلنا باقی رہا، سوائے اس اصول غالب کے جو پہلے دین تھا اور پھر عصبیت اور طاقت بن گیا، اس کے بعد حکومت خالص ملوکیت بن گئی اور طاقت کا استعمال ملوکیت کا جزو ہے۔ ذاتی اغراض کے لئے جبر، نفسانی خواہشات، ترغیبات اور لذات کی خاطر پوری طرح طاقت برتی گئی جیسے دور اموی اور عباسی کی تاریخ اس بات کی گواہی دیتی ہے، خلافت کا نام صرف عصبیت عرب کے معنی میں بھی استعمال ہوتا رہا اور خلافت اور ملوکیت اکثر ایک دوسرے سے خلط ملط کی جاتی رہیں، اس کے بعد عصبیت عرب اور زوال کی وجہ سے اصل خلافت کا نام ونشان مٹ گیا۔(۳۷) مغرب اور ہمارے ماضی نے اسلام کو فرد کی نجی زندگی کا ایک نظام قرار دیا اور ریاست کے امور سے اس کو غیر متعلق کر دیا، حالانکہ اسلام نے ایک اعلیٰ درجہ کا سیاسی نظام دنیا کے سامنے پیش کیا اور اسے انسانی معاشرہ میں نافذ بھی کیا اسلام کے اس ابدی نظام نے عدل وانصاف اور انسانی حقوق کا ایک حیرت انگیز نمونہ دنیا کے سامنے رکھا۔ جن اسلامی ممالک میں ملوکیت نے قدم جمالئے اور عوام کی رائے نظام مملکت میں فروغ پذیر نہ ہو سکی اور جابر اور آمروں نے عوام کی آزادی اور حقوق انسانی کو پامال کر دیا۔(۳۸)

۷۔ اسلام اور جمہوریت میں مطابقت

۷.۱۔ تمہید

اسلام اور جمہوریت کی ترکیب جب ہم سنتے ہیں تو ہمارا ذہن اس طرف منتقل ہو جاتا کہ شاید اسلام اور جمہوریت میں تضاد پایا جاتا ہے یعنی اسلام جمہوریت سے متصادم ہے حالانکہ ایسی بات نہیں، نہ اسلام جمہوریت سے بر سرپیکار ہے اور نہ جمہوریت کو اسلام کے خلاف تلوار اٹھانے کی ضرورت ہے البتہ یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ جمہوری قدروں کی ہمارے ہاں قدر نہیں کی جاتی، یہ قصور جمہوریت کا نہیں ہے بلکہ اس پر عمل نہ کرنے والوں کا ہے کسی صحیح چیز پر عمل نہ کرنے سے وہ غلط نہیں ہو جاتی بہر حال اس کی صحت برقرار رہتی ہے ہم یہ بات کہہ سکتے ہیں کہ اسلام ایک جمہوری مذہب ہے اس کی سیاست کی اساس بھی یہی ہے اور یہی اس کا انداز اور اصول فرماں روائی ہے۔ اسلام کسی مرحلہ میں بھی دین اور دنیا میں تضاد کا قائل نہیں اس

۳۵البخاری، **الجامع الصحیح**، رقم:۷۰۵۳۔

۳۶یوسف صلاح الدین، **خلافت وملوکیت کی شرعی حیثیت** (لاہور: مکتبہ سلفیہ، ۱۹۷۰ء)، ۳۹۹۔

۳۷عبد الرحمان، **مقدمہ ابن خلدون**، ۱۹۱۔

۳۸ قاسمی، **اسلام کا سیاسی نظام**، ۲۹۲۔

کے نزدیک ان دونوں کا باہمی تعاون ضرری ہے اسلام کا نقطہ نظر ہے کہ مکمل دنیا در حقیقت مکمل دین ہے اور مکمل دین مکمل دنیا کا خواہاں ہے قرآن حکیم میں ارشاد ہے:۔

رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ (۳۹)

اے ہمارے پروردگار ہمیں دنیا میں بھی بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھی بھلائی، اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچالے۔

دین و دنیا دونوں ایک دوسرے کے معاون ہیں اور سچا مسلمان دونوں کے حصول متمنی ہے دوسرے الفاظ میں کہہ سکتے ہیں کہ حکومت واقتدار سے ہمکنار ہونے کا مطلب روحانی اقدار سے محرومی یا کنارہ کشی ہر گز نہیں بلکہ اسلام کا زاویہ فکر یہ ہے کہ اقتدار جس قدر بہتر ہاتھوں میں ہوگا اسی قدر معاشرے میں خیر کی لہریں اٹھیں گی اور صالحیت کی خوش گوار ہوائیں چلیں گی۔ لوگوں کے اخلاق وسیرت میں روشنی پیدا ہوگی اور افراد واجتماع میں روحانیت کی مسرت انگیز فضا کروٹ لے گی۔ مغرب کے فلسفیوں نے جمہوریت کے عنوان سے ایک ایسے نظام کا نقشہ تیار کیا جس میں توقیر انسانی کو بنیادی حیثیت حاصل ہوئی اور اسے مطلق العنانیت کا حریف تصور کیا گیا لیکن جمہوریت جب تجربہ اور نفاذ کے مرحلہ میں داخلہ ہوئی تو اس کی صورت بگاڑ دی گئی بعض ممالک میں وہ اکثریت کے لئے اقلیت کے حقوق سلب کرنے کا آلہ کار بن گئی اور بڑی سادگی سے اعلان کیا جانے لگ کی جمہوریت میں اکثریت کی رائے اور مرضی کے مطابق فیصلہ صادر کیا جاتا ہے اس طرح جمہوریت غالب اور طاقت ور گروہ کی پشت پناہ بن گئی ہے اس کی مثال بھارت کی دی جاسکتی وہاں مسلم اقلیت کو طاقت ور اکثریت کے ہاتھوں سنگین قسم کے حالات کا سامنا ہے اور اگر برما کی طرف رخ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہاں ریاستی دہشت گردی نے مسلم اقلیت کو ایک مشکل میں ڈالا ہوا ہے اور مسلمان ایک تماشائی کی طرح تماشہ دیکھ رہے ہیں کہ جمہورت اپنے تیور دیکھا رہی ہے، جمہوریت اکثر نسلی اور لسانی گروہوں میں تصادم روکنے میں بھی ناکام ثابت ہوئی ہے جمہوریت سرمایہ دارانہ آمریت میں تبدیل ہوگئی ہے، جہاں جمہوریت کا پرچم لہرارہا ہے وہاں آبادی کا ایک مختصر حصہ پورے ملک کی دولت کو آرام سے سمیٹ رہا ہے اور سرمایہ دارانہ نظام بڑی آزادی سے جمہوریت کے آغوش میں پھلتا پھولتا رہا ہے، جمہوری نظام تو اپنی اصل کے اعتبار سے انسان پر انسان کی بڑائی کی جڑ کاٹتا ہے اور منصب نبوت ورسالت نے بھی اسی عذاب سے بن نوع انسان کو نجات دلائی اور توحید کا تصور پیش کیا۔

جمہوری اقدار سے محروم معاشرہ ہر طرح کے جرائم کی آماجگاہ بن جاتا ہے جمہوریت تنقید کی آزادی تو عطا کرتی ہے لیکن انسان کے اندر کی حیوانیت کو قابو میں رکھنے کے معاملہ میں بے بس نظر آتی ہے، مغرب نے عقائد واقدار کو ٹھوکر مار کر مطلق آزادی فرد کو دے کر اسے آپے سے باہر کر دیا ہے فرد کی آزادی نے خاندانی نظام کو بکھیر کے رکھ دیا ہے، مذہب کی سیاست میں مداخلت کو رد کر دیا گیا ہے اور جمہوری نظام میں اخلاقیات کو ناپسندیدہ سمجھا جاتا ہے۔ اسلامی نقطہ نظر سے ریاست روحانی اقدار کو انسانی نظام میں سمونے کا نام ہے اسلام نے اجتماعی زندگی اور ریاست کے انتظامی امور میں جو طرز عمل اختیار کیا وہ جمہوریت کے تمام بہترین اصولوں کا مرقع ہے شورائی نظام، انصاف کی فراہمی، عقائد وعبادات کی آزادی، اجماع کا اصول نئے مسائل میں اہل علم وفکر کا کسی مسئلہ پر اجتہاد اور معاشرہ یں غیر معمولی مساوات اسلامی حکومت اور خلافت کے درخشاں مظاہر ہیں۔

گذشتہ ادوار کی طرح موجودہ دور میں بھی قرآنی علوم کی ترویج واشاعت میں بہت سیر حاصل کام ہوا ہے اور جدید دور کے تقاضوں کے مطابق اس کی افادیت اور اہمیت کو منظر عام لایا گیا ہے لیکن مسلمانوں کے سیاسی معاملات اور ان کی بین الاقوامی اہمیت کے پیش نظر، فکری اور فقہی طور پر

۳۹ البقرہ، ۲: ۲۰۱۔

صرف نظر سے کام لیا گیا ہے، ضرورت اس امر کی ہے کہ موجودہ دور کے مسائل سے نبٹنے کے لئے جو لائحہ عمل تیار کیا جاتا ہے اس میں معاشی، معاشرتی مسائل کے ساتھ ساتھ سیاسی مسائل کو زیر بحث لایا جائے تاکہ ملکی اور بین الاقوامی سطح پر اسلامی سیاسی فکر کو اور اس کے منہج کو اجاگر کیا جائے اور دنیا کو یہ باور کرایا جائے کی اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات عطا کرتا ہے۔ اس پہلو پر قرآن و حدیث سے جو فکر ملتی ہے وہ صرف اصولیات کو بیان کرتی ہیں لیکن جزئیات اور تفصیلات نہیں ملتیں، اور اہل علم کا رجحان ہے کہ حدود شریعت میں رہتے ہوئے اور فقہی قاعدہ الاصل فی الاشیاء الاباحہ سے استفادہ کرتے ہوئے سیاسی مسائل کو لاحق تحدیات اور انسانی تجربات سے فائدہ اٹھا کر ایک مربوط سیاسی نظام وضع کی جا سکے۔[40] قرآن وسنت نے کسی حکمرانی کے نمونہ کو لازمی قرار نہیں دیا جو اس کے ابدی اور آفاقی ہونے کا ایک مظہر ہے، کیونکہ کوئی بھی ماڈل زمان و مکان کی حدود کے پابند ہیں، ان کی شکلیں زمانے کے حالات اور سیاسی وسماجی تبدیلیوں کے ساتھ ہو سکتی ہیں، لہذا جو طرز حکومت بھی اپنایا جائے، پیمانہ یہ ہے کی انسانوں پر حکمرانی خدا خوفی، انصاف اور انسانیت کی بھلائی پر مبنی ہونی چاہئے۔ (۴۱)

ڈاکٹر اسرار احمد جو نظام خلافت کے پر جوش داعی رہے ہیں وہ مختلف مروجہ نظام ہائے سیاست اور ان کی ظاہری صورتوں کے بارے میں کہتے ہیں، خلافت کا نظام صدارتی نظام سے قریب تر ہے۔ پارلیمانی اور صدارتی نظام دونوں جائز ہیں وحدانی، وفاقی، کنفیڈرل پارلیمانی سب جائز ہیں، مزید کہتے ہیں دنیا میں کئی سیاسی نظام چل رہے ہیں وحدانی صدارتی، وفاقی صدارتی، کنفیڈرل صدارتی، پارلیمانی، وفاقی پارلیمانی اور کنفیڈرل ہارلیمانی یہ چھ کے چھ جائز ہیں۔ (۴۲)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد میں مجلس شوریٰ کی تقسیم دو حصوں کی تھی ایک حصہ کو مجلس شوریٰ خاص اور دوسری مجلس شوریٰ عام، عصر حاضر میں پارلیمانی طرز حکومت میں دو ایوان ہوتے ہیں ایک کو ایوان زیریں اور دوسرے کو ایوان بالا کہا جاتا ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے طرز حکومت کو دیکھیں تو آج کے پارلیمانی نظام سے کچھ مشابہت رکھتا ہے آپ بھی کسی مسئلہ پر عوام الناس سے مشورہ کرتے اس میں تمام صحابہ شامل ہوتے اور بعد میں کبار صحابہ سے مشورہ کرتے، اس کا اطلاق بھی ایوان زیریں اور ایوان بالا کے نام سے ہوتا ہے، اور دونوں پر مشتمل کو پارلیمنٹ یعنی مجلس شوریٰ کہا جاتا ہے۔

۲.۷.　جمہوریت کا اطلاق تین معنوں میں ہوتا ہے

وہ ریاست جس میں حاکمیت کا حق ریاست کے جمہور کو مانا جاتا ہے اور جہاں قانون کا مآخذ کوئی خاندان اور طبقہ یا نہیں ہوتا۔ ☆وہ طرز حکمرانی جس میں حکومت عوم کے منتخب نمائندون کی ہوتی ہے۔ موروثی طور پر کسی خانوادہ کی یا مخصوص طبقہ اور افراد کی نہیں، جمہوریت میں منتخب نمائندوں کا احتساب اور ان کو بدل دینے کا اختیار بھی رہتا ہے۔ ☆جمہوریت کچھ قدروں کا نام بھی ہے جس میں فکر وخیال کی آزادی، عقیدہ و مذہب، بنیادی حقوق کا تحفظ، قانون کی بالادستی، ہر ایک کے لئے ترقی کے یکساں مواقع شامل ہیں، اس طرح پہلے معنی میں تو جمہوریت اور اسلامی فکر میں کھلا تصادم

---

۴۰ حافظ سعد اللہ، **غیر مسلم حکومت کی اطاعت اور اس کے ساتھ تعلقات کے حدود وضوابط** (اسلام آباد: ادارہ تحقیقات اسلامی، فکر و نظر، جنوری، مارچ ۲۰۰۹ء)

۴۱ فکر و نظر، (اسلام آباد: ادارہ تحقیقات اسلامی، اپریل-جون ۲۰۰۸ء)۔

۴۲ ڈاکٹر اسرار احمد، **پاکستان میں نظام خلافت، امکانات خدوخال اور اس کے قیام کا طریقہ کار** (لاہور: انجمن خدام القرآن، ۱۹۴۹)، ۳۶

ہے، کیونکہ اسلامی طرز حکومت میں حاکمیت جمہور کی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی ہوتی ہے اور قانون کا مآخذ جمہور نہیں بلکہ کتاب وسنت ہوتے ہیں البتہ دوسرے دونوں معنوں کے اعتبار سے اسلام اور جمہوریت میں کوئی تصادم نہیں اور آج کی جمہوریت اور اسلامی فکر میں کوئی فرق نہیں اور اسی مناسبت سے اسلامی حکومت کو اسلامی جمہوریت کو اسلامی کہہ دیا جاتا ہے۔(۴۳)

اسلام نے اپنی تاریخ میں اپنا جمہوری مزاج برقرار رکھا اس نے اپنی لچک اور ناساز حالات میں بھی بنیادی قدروں کے تحفظ اور بدلتے معاشرتی احوال، سیاسی و تہذیبی تغیرات میں اپنی انفرادیت برقرار رکھنے کی صلاحیت کا غیر معمولی مظاہرہ کیا ہے مختلف نظام ہائے سیاست میں اسلام نے اپنے اقدار اور خصوصیات کو برقرار رکھا ہے۔☆قرآن کریم نے قدیم قوموں اور بادشاہوں کے بیان کو کئی جگہوں پر ملاء قوم کے نام سے ذکر کیا جس سے یہ اندازاہ ہوتا ہے کہ دور قدیم میں حکومت کے نظام کو چلانے کے لئے ذمہ دار افراد کا ایک ادارہ موجود رہا ہے، اسلام کی آمد سے قبل سرزمین مکہ مین دار الندوہ کے نام سے ایک ادارہ ملتا ہے، پارلیمنٹ کے حوالہ سے سب سے اہم پہلو جو اسلامی اصول سیاست سے مطابقت رکھتا ہے وہ نظام شورائیت ہے، پارلیمنٹ میں بحث و تمحیص کے نتیجہ میں عوام الناس کے لئے بہتر فیصلہ کیا جاتا ہے کیونکہ یہ مطابقت اس لئے کہی جاسکتی ہے کہ اہل اسلام کے امور مشاورت سے طے پانے کو پسندیدہ قرراا دیا گیا ہے۔(۴۴)

خلیفہ اسلام کو ایک ڈکٹیٹر کی بجائے ایک عام معاشرہ کا فرد قرار دیا ہے جو عوام کے سامنے جوابدہ اور عام کی مرضی سے منتخب ہوتا ہے، حسن البناء، مصطفیٰ سباعی، راشد الغنوشی نے اسلامی ریاست کو جمہوری ریاست قرار دیا ہے، سید مودودی، سید قطب نے اسلامی ریاست کے رہنما کو اللہ کا نمائندہ قرار دیا ہے۔☆شوریٰ کے مشورہ کو ماننے یا نہ ماننے کا اختیار خلیفہ کو حاصل ہے اور جمہوریت میں یہی مرتبہ حکمران جماعت کے سربراہ کو حاصل ہے جس کی مرضی کے تابع کوئی قانون منظور نہیں ہوتا۔اسلام کے سیاسی نظام میں شوریٰ اللہ کی نمائندہ ہوتی ہے وہ کوئی قانون اللہ کے واضح احکامات کے خلاف منظور کرنے کی اجازت نہیں رکھتی۔جمہوریت ایک ایسا نظام مربوط کرتی ہے جو معاشی اور معاشرتی زندگی کے لئے باعث خیر ہوتا ہے اسلام نے اس معاملہ میں بہترین ضابطے اختیار کئے ہیں، جمہوریت کو معاشرہ کی فلاح کے لئے جن اعلیٰ اقدار اور اصولوں کی ضرورت ہوتی ہے وہ اسلام مہیا کرتا ہے اور دوسری اقوام کے تجربات اور طرز عمل کو اختیار کرنے کی اجازت دیتا جو اس کے اصولوں سے متصادم نہ ہوں۔☆اسلامی سیاسی فکر میں ووٹنگ اور انتخاب کے طریقہ کار سے ایجابی اور سلبی دونوں دائروں میں کام لیا جاسکتا ہے اس طریقہ کار سے اچھے حکمران اور اچھے نمایندے اقتدار میں لائے جاسکتے ہیں، ان کی غلطیوں اور نقصان سے بچنے کے لئے اور ان کو اسی طریقہ سے ہٹایا بھی جاسکتا ہے۔(۴۵)

جمہوریت میں کثرت رائے سے فیصلے کئے جاتے ہیں اہل علم اس کو برا سمجھتے ہیں لیکن اگر اس کو چند اصولوں سے مقید کر دیا جائے تو پھر اسلامی فکر کے مطابق بنایا جاسکتا ہے۔ منصوص مسائل اور متفقہ مسائل میں کثرت کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا۔ مسائل اجتہادیہ میں جہاں ضرورت ہو اور انتظامی مسائل میں کثرت رائے کا اعتبار ہو سکتا ہے، دلائل کے اعتبار سے اقلیت کی رائے کو بھی اختیار کیا جاسکتا جیسے کسی مسئلہ میں غور خوض کے لئے کوئی

---

۴۳ انصاری، ڈاکٹر عبدالحق، **سیکولرازم، جمہوریت اور انتخابات** (لاہور: الفیصل ناشران وتاجران کتب، ۲۰۱۵ء)، ۷-۶

۴۴ فکر و نظر، (اسلام آباد: ادارہ تحقیقات اسلامی، اپریل-جون ۲۰۰۸ء)۔

۴۵ ندوی، ڈاکٹر غطریف شہباز، **اسلامی سیاسی فکر جدید اسلامی فکر کے تناظر میں** (گوجرانوالہ: ماہانہ الشریعہ، جولائی، ۲۰۱۲ء)۔

کمیٹی بنادی جائے اور پھر کثرت رائے کا اعتبار اس کمیٹی کی سفارشات کی روشنی میں دیکھا جا سکتا ہے۔ کثرت رائے کو حتمی قرار دے دیا جائے تو اسلامی تعلیمات اور مقاصد شریعہ سے ہم اہنگ نہیں ہے۔(۴۶)

لیکن کثرت رائے کو دیکھا جائے تو بہت بری چیز نہیں ہے سنت سے اس کی مثال غزوہ احد کی دی جاسکتی ہے جب آپ نے کثرت رائے کی بنیاد پر مدینہ سے باہر نکل کر جنگ کا فیصلہ کیا تھا(۴۷)اس طرح آپ ﷺ کا ارشاد ہے:۔**ان الشیطان مع الاحد وھو مع الاثنین ابعد** (۴۸)بے شک شیطان اکیلے کی نسبت دو سے زیادہ دور ہے۔☆مجالس شوریٰ کا انتخاب براہ راست بالغ رائے دہی کی بنیاد پر کیا جا سکتا ہے بظاہر شریعت میں اس کی گنجائش نکلتی ہے کیونکہ اس کے خلاف کوئی نص نہیں۔(۴۹)اگرچہ دور نبوی اور دور خلافت میں ووٹنگ کا طریقہ نہیں تھا لیکن الاصل فی الاشیاء اباحۃ کے ضمن میں ہم کہہ سکتے ہیں کی شریعت کی مصلحت بھی یہ ہے اور آمریت کا دروازہ بند کرنے کے لئے موجودہ دور میں انتخاب ہی بہتر طریقہ ہے۔(۵۰)

۸. خلاصہ بحث

اسلام کے شورائی نظام کو جمہوریت کے نظام کے ہم آہنگ قرار دیا جا سکتا ہے، جمہوریت کو پہلوؤں کی واضح جھلک اسلام کے سیاسی نظام میں نظر آتی ہے لیکن جمہوریت کا وہ پہلو جو اقدار کو نظر انداز کر کے انسان کو ہر طرح کی آزادی اور اظہار رائے میں اپنی خواہشات نفس کا تابع بنائے وہ اسلام کے سیاسی نظام سے مطابقت نہیں رکھتا جس طرح سیاسی نظام ملوکیت کا مخالف ہے اسی طرح اسلام جمہوریت کو جوں کا توں اختیار کرنا ناپسند کرتا ہے موجودہ دور میں مسلمان کوئی قابل ذکر سیاسی طاقت نہیں رکھتے لیکن اسلامی جمہوریت کے خدوخال کو نمایاں کیا جائے تو اس کے امکانات ہیں کہ ایک خالص اسلامی روحانی جمہوریت کی تصویر سامنے آسکے۔(۵۱)

کتابیات

ابوالکلام آزاد، **مسئلہ خلافت** (لاہور: مکتبہ جمال، ۲۰۱۰ء)۔

اردو دائرہ اسلامیہ، (لاہور: پنجاب یونیورسٹی)۔

انصاری، ڈاکٹر عبدالحق، **سیکولرازم، جمہوریت اور انتخابات** (لاہور: الفیصل ناشران وتاجران کتب، ۲۰۱۵ء)۔

البخاری، ابوعبداللہ، محمد بن اسماعیل، **الجامع الصحیح** (مصر: دار طوق النجاۃ، ۱۴۲۲ھ)۔

ترمذی، **سنن الترمذی** (مصر: مکتبۃ مصطفی، ۱۹۷۵ء)۔

---

۴۶ سعدی، مولانا سمیع اللہ، **اسلام میں جمہوریت کا فلسفہ**، ماہانہ الشریعہ، دسمبر، ۲۰۱۳۔

۴۷ مبارکپوری، **الرحیق المختوم**، ۳۴۳۔

۴۸ ترمذی، **سنن الترمذی** (مصر: مکتبۃ مصطفی، ۱۹۷۵ء)، رقم: ۲۱۶۶۔

۴۹ عثمانی، محمد تقی، **اسلام اور سیاسی نظریات**، ۲۳۳۔

۵۰ قاسمی، **اسلام کا سیاسی نظام**، ۵۳۔

۵۱ قاسمی، **اسلام کا سیاسی نظام**، ۲۹۷۔

حافظ سعد اللہ، **غیر مسلم حکومت کی اطاعت اور اس کے ساتھ تعلقات کے حدود و ضوابط** (اسلام آباد: ادارہ تحقیقات اسلامی، فکر و نظر)۔

خالد علوی، **اسلامی معاشرتی نظام** (لاہور: الفیصل ناشران وتاجران کتب، ۲۰۱۵ء)۔

خورشید احمد، **اسلامی نظریہ حیات** (کراچی: شعبہ تصنیف وتالیف وترجمہ، ۱۹۶۳ء)۔

دھلوی، شاہ ولی اللہ محدث، **ازالۃ الخفاء** (کراچی: نفیس اکیڈیمی، س۔ن)۔

ڈاکٹر اسرار احمد، **پاکستان میں نظام خلافت، امکانات خدوخالاور اس کے قیام کا طریقہ کار** (لاہور: انجمن خدام القرآن، ۱۹۴۹)۔

راغب اصفہانی، **مفردات القرآن** (لاہور: شیخ شمس الحق، ۱۹۸۷ء)۔

سعدی، سمیع اللہ، **اسلامی جمہوریت کا فلسفہ** (گوجرانوالہ: ماہنامہ الشریعہ دسمبر ۲۰۱۳)۔

سعدی، مولانا سمیع اللہ، **اسلام میں جمہوریت کا فلسفہ**، ماہانہ الشریعہ، ۲۰۱۳۔

عبدالرحمان ابن خلدون، **مقدمہ ابن خلدون** (بیروت: دار الجیل، س۔ن)۔

علی بن محمد بن الماوردی، **الاحکام السلطانیہ** (بیروت: دار الکتاب العربی، س۔ن)۔

قاسمی، مفتی محمد سراج الدین، **اسلام کا سیاسی نظام** (نئی دہلی: ایفا پبلیکیشنز، ۲۰۱۷ء)۔

کاندھلویؒ، مولانا محمد علی صدیقی، **معالم القرآن** (سیالکوٹ: ادارہ تعلیمات قرآن، ۱۴۴۲ھ)۔

المالکی، أحمد بن إدریس، **البروق فی انواع الفروق** (کراچی: دار الاشاعت، س۔ن)۔

مبارکپوری، مولانا صفی الرحمن، **الرحیق المختوم** (لاہور: المکتبہ السلفیہ شیش محل روڈ، ۲۰۱۰ء)۔

محمد بن محمد الزبیدی، **تاج العروس** (بیروت: دار الفکر، ۱۹۹۴م)۔

مسلم بن الحجاج، **صحیح مسلم** (بیروت: دار الجیل، س۔ن)۔

مودودی، سید ابوالاعلی، **اسلامی ریاست** (لاہور: اسلامی پبلیکشنز، شاہ عالمی مارکیٹ، ۲۰۱۴)۔

مودودی، **تفہیم القرآن** (لاہور: ادارہ ترجمان القرآن، ۱۹۴۹)۔

ندوی، ڈاکٹر غطریف شہباز، **اسلامی سیاسی فکر جدید اسلامی فکر کے تناظر میں** (گوجرانوالہ: ماہانہ الشریعہ، ۲۰۱۲ء)۔

ندوی، صفدر زبیر، **اسلام کا تصور آزادی**، (نئی دہلی: ایفا پبلیکیشنز، ۲۰۱۷ء)۔

یوسف صلاح الدین، **خلافت و ملوکیت کی شرعی حیثیت** (لاہور: مکتبہ سلفیہ، ۱۹۷۰ء)۔